Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مادیت کے اخلاقی نظام پر اثرات

Effects of materialism on the moral system

*ڈاکٹر عبد الرؤف
**ڈاکٹر عبد الحی

Abstract

Any element of the universe, which is observed by our external eye, is called matter. While materialism means love of material bodies, worldly pleasures, mental and spiritual decline. In general, we call matter the world and materialism the worldliness. When man becomes engrossed only in worldliness, he forgets his Lord, turns away from Him and loses the purpose of life. As materialism takes hold within the individual, society becomes unbalanced because the individual is the basis of society. Society depends on individuals. Society will be the same as the nature of individuals, which will have a direct impact on human life. Due to materialism, man becomes lonely individually and collectively deprives the whole society. When we use the word materialism as opposed to spirituality, it refers to people's beliefs, morals and character, ie almost all aspects of human life are affected by it and morality is related to every aspect of life, such as the hadith Mubarakah saying «اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ» "Righteousness is the good character"

This article gives a brief overview of the relationship between materialism and morality, the causes of the moral degradation of Muslim societies, and what are the vile morals that are born in man due to materialism? Man falls out of humanity and falls into such a state of humiliation that even animals are ashamed to look at him. Man forgets his benevolent parents, teachers, siblings, close relatives and loved ones, etc. In the fulfillment of his material desires, without fear of worldly and otherworldly consequences, he performs every lawful and unlawful deed, even killing his parents, raping young children, he considers them perfectly normal. It seems that such a moral decline has left pre-Islamic ignorance behind. How can a Muslim society return to its original state and how can these vile morals be remedied? Such moral issues are discussed in this article.

مادیت کا معنی و مفہوم

لفظ "مادیت" مادہ سے ماخوذ ہے جس کی لغوی توضیح کچھ یوں ہے کہ مادہ کا لفظ مَدَّ یَمُدُّ سے مشتق ہے، مَدَّ کے لفظی معنی ہیں: پھیلانا، لمبا کرنا، بڑھانا، مدد یا سہارا دینا۔(1)

اسم فاعل مذکر کا صیغہ مادٌّ ہے اور مادّۃٌ اس کی مؤنث ہے۔ اس کے لغوی معنٰی ہیں: وہ اصل جس سے کوئی شے ترکیب پا کر تیار ہوتی ہے اور اسی کے باعث اپنا وجود قائم رکھ سکتی ہے۔

مادَّةُ الشَيء ما يَمُدُّه : کسی شے کے مادہ سے مراد وہ چیز ہے جو اس شے کو سہارا دیتی ہے۔(2)

مادہ متصل یا بلا انقطاع اضافے کو بھی کہتے ہیں۔ لغت کی رو سے مادہ قانونی دفعہ اور مضمون کو بھی کہتے ہیں، لیکن فلاسفہ و متکلمین کے ہاں مادہ سے مراد وہ اصل ہے جس سے کوئی شے بالقوۃ وجود حاصل کرتی ہے:

"مادة الشيء وهي التي يحصل الشيء معها بالقوة"(3)

کائنات کا کوئی بھی عنصر جس کا مشاہدہ ہماری ظاہری آنکھ کرتی ہے، مادہ کہلاتا ہے۔ جب کہ مادیت سے مراد مادی اجسام، دنیاوی عیش و عشرت سے محبت، ذہنی اور روحانی انحطاط ہے۔ عام طور پر ہم مادہ کو دنیا، مادیت کو دنیاداری اور مادہ پرست کو دنیادار کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ جب انسان فقط دنیاداری میں مگن ہو جاتا ہے تو وہ اپنے رب کو بھول جاتا ہے، اس سے دور ہو جاتا ہے اور مقصد حیات کھو بیٹھتا ہے۔ جوں جوں فرد کے اندر مادیت زور پکڑتی ہے تو معاشرہ عدم توازن کا شکار ہو جاتا ہے کیونکہ فرد معاشرے کی اساس ہے۔ معاشرہ کا انحصار افراد پر ہے۔ جیسی فطرت افراد کی ہو گی معاشرہ ویسا ہی ہو گا جس کے اثرات انسانی زندگی پر براہ راست پڑتے ہیں۔ مادیت کی وجہ سے انسان انفرادی طور پر تنہائی اور اجتماعی طور پر پورا معاشرہ محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔

---

* لیکچرار، نمل یونیورسٹی، اسلام آباد
** لیکچرار نمل یونیورسٹی اسلام آباد

(1) تاج العروس، بذیل م محمد بن محمد عبد الرزاق الزبیدی، دار الھدایۃ، کویت، ۱۹۷۴ء بذیل مادہ: م

(2) لسان العرب، بذیل م محمد بن مکرم بن علی الافریقی، دار الصادر، بیروت، ۱۴۱۴ھ

(3) کتاب التعریفات، الشریف الجرجانی، دار المعارفۃ، بیروت، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۰۵

Vol.4 No.2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مادیت کے لفظ کو جب ہم روحانیت کے مقابل استعمال کرتے ہیں تو اس میں لوگوں کے عقائد، اخلاق اور کردار آجاتا ہے، یعنی انسانی زندگی کے تقریباً تمام شعبے اس سے متاثر ہیں۔ اس مقالہ میں صرف مادیت اور اخلاقیات کا آپس میں ربط، اور انسانی اخلاق و کردار پر مادیت کے اثرات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

مادیت اور اخلاق :-

اسلامی تعلیمات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے احکام نہایت جامع ہیں جس میں حقائق یا زندگی کے کسی ایک پہلو نہیں بلکہ تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اسلام میں دین و دنیا کا امتزاج ہے، مادیت اور روحانیت دونوں کے بغیر انسانی زندگی کا تصور ممکن نہیں جیسا کہ اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ وہ ربِّ کائنات سے دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائیوں کا سوال کریں:

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[1]

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بھلائیاں عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائیاں عطا فرما اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

اسلام میں زندگی دین و دنیا کے ارتباط کا نام ہے۔ مغربی مادیت کے نزدیک بالعموم ان میں جدائی اور تفریق ہے۔ مگر اسلام کے مطابق یہ تفریق درست نہیں، بلکہ رہنمائی کی گئی ہے کہ اس مادی دنیا سے فائدہ اٹھاؤ لیکن صرف یہی تمہارا مطمع نظر نہیں ہونا چاہیے اور اس دنیا میں اتنے مگن نہ ہو جاؤ کہ تم اللہ کو بھول جاؤ اور آخرت سے غافل ہو جاؤ۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ نے (جو بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھے) بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا، تاکہ جزیہ لے آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے لوگوں سے صلح کر لی تھی اور علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ان پر امیر مقرر فرمایا تھا، چنانچہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر آئے، انصار نے ان کے آنے کی خبر سنی تو صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوگئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ تم لوگ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے آنے کی اور کچھ لانے کی خبر سن کر آئے ہو؟ لوگوں نے کہا، ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَأَبْشِرُوا وَأَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ، فَوَاللَّهِ مَا الفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ، وَلَكِنْ أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا، كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا، وَتُلْهِيَكُمْ كَمَا أَلْهَتْهُمْ».[2]

ترجمہ: تو تمہیں خوش خبری ہو اور تم اس چیز کی امید رکھو، جو تمہیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم میں تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کر دی گئی تھی، تو تم رغبت کرنے لگو، جس طرح وہ رغبت کرنے لگے اور تمہیں غافل کر دے جس طرح ان لوگوں کو غافل کر دیا تھا۔

اس حدیث مبارکہ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جس شخص کے لیے دنیا فراخ کر دی جائے تو اسے مزید شکر کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالائے، ایسا نہ ہو کہ دولت کی ریل پیل اسے دین وایمان کے تقاضوں سے یکسر غافل کر دے، اور وہ صرف مال وزر کا بندہ بن کر رہ جائے اور اخلاقی اقدار کو فراموش کر بیٹھے۔ حدیث میں پہلے لوگوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے کہ ان کی ہلاکت کی وجہ دنیا میں انتہا درجہ کی رغبت اور مادیت کا غلبہ تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے دنیا سے مکمل کنارہ کش ہو کر رہبانیت اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دین ودنیا کو ساتھ لے کر چلا جائے۔ دونوں میں توازن ہونا چاہیے، اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں اس بات کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

«وَإِنَّ هَذَا المَالَ حُلْوَةٌ، مَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ، وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ، فَنِعْمَ المَعُونَةُ هُوَ، وَمَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلاَ يَشْبَعُ»[3]

ترجمہ: یہ مال بہت ہی میٹھا ہے، جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا اور حق ہی میں خرچ کیا، تو وہ بہترین ذریعہ ہے اور جس نے اس کو ناحق لیا، تو وہ اس شخص کی طرح ہے، جو کھاتا ہے، لیکن آسودہ نہیں ہوتا ہے۔

یعنی ایسے شخص کے لیے ہلاکت ہے جو صرف درہم ودینار کا بندہ بن جائے، مال ملتا ہے تو خوش ورنہ ناراض۔

اخلاق کا معنی ومفہوم:

---

(1)۔ سورۃ البقرۃ:۲/۲۰۱

(۱)۔ صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل، کِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ زَهَرَةِ الدُّنْيَا وَالتَّنَافُسِ فِيهَا، محقق: محمد زھیر بن ناصر الناصر، ناشر: دار طوق النجاۃ، طبع: اول، ۱۴۲۲ھ، حدیث:۶۴۲۵

(۱)۔ صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل، کِتَابُ الرِّقَاقِ، بَابُ مَا يُحْذَرُ مِنْ زَهَرَةِ الدُّنْيَا وَالتَّنَافُسِ فِيهَا، حدیث:۶۴۲۷

Vol.4 No.2 2021

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

اخلاق، خلق سے ماخوذ ہے، خَلق کے "خَ" کو مفتوح پڑھیں تو اس سے معنی و مراد ظاہری "صورت اور شکل ہو گا۔ خَلق کو اگر "خُ" کے ضمہ کے ساتھ پڑھیں تو اس سے معنی و مراد اندرونی یعنی باطنی اور نفسیاتی کیفیت و صورت ہو گی۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی فرد خَلق اور خُلق دونوں اعتبار سے صالح ہے تو اس سے یہ مراد ہوتا ہے کہ وہ آدمی ظاہری صورت کے ساتھ ساتھ باطنی طور پر بھی صالح ہے جس طرح ہر انسان ظاہری صورت میں دوسروں سے مختلف ہوتا ہے یونہی وہ باطنی طور پر بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔

امام راغب اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"هُوَ مَا اكتَسَبَهُ الِانسَانُ مِن الفَضلِ بِخُلُقِه" [1]

ترجمہ: یہ فضیلت کا وہ اکتسابی عمل ہے جو انسان اپنے اخلاق سے حاصل کرتا ہے۔

اسلام کا نظامِ اخلاق:

یوں تو اخلاق کو ہر زمانے اور ہر قوم میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اسلام نے نہ صرف اخلاقیات کی نشاندہی کی بلکہ اسے نظام کا درجہ دیا۔ اسلام کے اخلاقی نظام کو کئی اعتبار سے دوسری اقوام کے اخلاقی اقدار پر برتری حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اقوام کے ہاں اچھے اخلاق کی بنیاد انسانی عقل و شعور اور تجربات پر ہے۔ بطور خاص جدید مغربی مادی معاشرے تو ہر اچھائی اور برائی کا فیصلہ عقل، رائے عامہ اور اکثریت کی بنا پر کرتے ہیں۔ ان کے ہاں اخلاقی نظام اسی اصول پر قائم ہے جیسے وقت کے ساتھ رائے عامہ بدلتی ہے، ان کے ہاں اخلاقی اقدار بھی بدلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ مغربی تہذیب کی بنیاد چونکہ مادیت پر ہے اس لیے جس طرح باقی اقدار پر اثرانداز ہے، اسی طرح اس نے اخلاقی اقدار کو بھی اپنے تابع کر لیا۔ مادہ پرستی کے نئے رنگ میں رنگے یہ معاشرے اپنے ہی مذہب کے عطا کردہ اخلاقی اقدار کو فرسودہ قرار دیتے ہیں۔

اسلام مکمل نظامِ حیات فراہم کرتا ہے۔ یہ اس ہستی کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے جو زندگی کا خالق ہے۔ اس نظام اخلاق میں اچھائی اور برائی کے تعین کا اختیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے پاس ہے۔ اسلام اچھے اور برے اخلاق کے حوالے سے ایک پختہ اور مستقل نظام فراہم کرتا ہے۔ جس کی بنیاد مادیت کی بجائے روحانیت پر ہے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور آخرت سے جڑا ہوا ہے، اس کا ہر انسان سے تقاضا ہے کہ اس نظام کو اپنایا جائے۔ اپنی عقل اور خواہش کو بھی اس کا تابع کیا جائے۔

اسلامی نظام اخلاق متعدد مراحل پر قائم ہے۔ اسلام پہلے مرحلہ میں فرد کی اخلاقی تربیت سے آغاز کرتا ہے۔ اس اخلاقی تربیت کے لیے اخلاقی تعلیمات کا اہتمام کیا۔ ان تعلیمات میں ایک طرف رزائلِ اخلاق کی نشاندہی کر کے ان سے دور رہنے کا حکم دیا مثلاً جھوٹ، ظلم، تکبر، شراب نوشی، زنا، جوا، غیبت، حسد، قتل، بدگوئی اور لڑائی جھگڑا وغیرہ۔ اسلام نے ان رزائلِ اخلاق سے نہ صرف روکا بلکہ ان کے مرتکبین کے لیے دنیا اور آخرت میں سزا مقرر کی۔ ان کے مقابلہ میں اخلاقِ حسنہ کی نشاندہی کر کے ان کو اپنانے اور عام کرنے کا حکم دیا۔ ان پر اجر و انعام کا وعدہ کیا گیا۔ ان محاسنِ اخلاق میں سچائی، دیانتداری، وفاء، ایثار، عفو و درگزر اور ایفائے عہد وغیرہ شامل ہیں۔ ان صفات کے حامل شخصیت کو کامل مؤمن اور مطلوب بندہ قرار دیا۔ فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا)) [2]

ترجمہ: ایمان کے اعتبار سے کامل مؤمن وہ ہے جس کا اخلاق اعلیٰ ہے۔

شخصی اور فردی اصلاح کے بعد دوسرا اہم مرحلہ خاندان کی اخلاقی اصلاح کا ہے۔ خاندانی و اخلاقی تربیت کی بنیاد اسلام کے حقوق و فرائض پر رکھی۔ شوہر کے بیوی اور بیوی کے شوہر پر حقوق و فرائض مقرر کر کے معاشرے کی بنیادی اکائی کو منظم کر دیا۔ اس تنظیم کا اہم مقصد اخلاقی تربیت کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنا ہے۔ اس کے بعد والدین پر اولاد کے حقوق مقرر کیے۔ اولاد کی اخلاقی تربیت والدین کی ذمہ داری قرار دی۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمانِ ذیشان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾[3]

ترجمہ: مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔

اولاد کے بعد بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک اور بیوی کو شوہر کا خیر اندیش ہونے کا حکم دیا گیا۔ جب میاں بیوی اپنے اپنے حقوق و فرائض کا خیال رکھتے ہیں تو ان کی اولاد ایک مہذب اور اعلیٰ اخلاقی ماحول میں تربیت حاصل کر کے بڑے ہوں گے۔ جب یہ بلوغت اور سمجھداری کی عمر کو پہنچتے ہیں تو اسلام انھیں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دے کر ان کی اخلاقی تربیت کو ایک نئی جہت دیتا ہے۔ خاندان کے ہر فرد کو یہ حکم دیتا ہے کہ والدین کے علاوہ قرابت داروں سے بھی حسن و احسان اور صلہ رحمی سے پیش آئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ﴾[4]

---

(۱)۔ المفردات لالفاظ القرآن، ابوالقاسم حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، ص:۲/۱۶۰

(2)۔ سنن ترمذی، محمد بن عیسیٰ، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا، حدیث:۱۱۶۲

(3)۔ التحریم:۶۶/۶

(4)۔ سورۃ النساء:۴/۳۶

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ترجمہ:اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ۔

خاندانی اخلاقی تربیت کے بعد اسلام نے اخلاقی تربیت کے لیے معاشرے کا رخ کیا۔ اس کا آغاز پڑوسیوں سے کیا گیا۔ پڑوسیون کے حقوق و فرائض مقرر کیے۔ ان کے حقوق و فرائض کو پورا کرنے کا حکم دیا۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک باہمی احترام اور محبت کا حکم دیا۔ فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَلْيُحْسِنْ إِلَى جَارِهِ)) (1)

ترجمہ:جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھائی کرے۔

اس کے بعد اسلام عام مسلمانوں سے عدل و مساوات، اخوت اور رحم دلی سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔ اس سے معاشرے کا اخلاقی معیار بلند ہو جاتا ہے۔ فرمایا:

((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ)) (2)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے باقی مسلمان محفوظ رہیں۔

یہ اسلام کی وہ سنہری تعلیمات ہیں جن سے مسلم معاشرے اخلاقی اعتبار سے مثالی ہوتے ہیں۔

اسلام کا اخلاقی دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ دنیا کا ہر فرد اس میں سما سکتا ہے۔ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف اچھے برتاؤ کا حکم دیتا ہے بلکہ ان کی عبادت گاہ، مذہبی راہنماؤں اور مذہبی کتب تک کے احترام کا حکم دیتا ہے۔ یہ اسلام کی وہ اخلاقی قدریں ہیں جن کے باعث دوسری اقوام اسلام کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے رواداری، ہمدردی اور احترام انسانیت کو دنیا میں ترویج دیا۔ اس کے علاوہ ان معاملات میں خود غرضی، لالچ، حسد و غیبت اور تمسخر وغیرہ بداخلاقیوں سے منع کیا۔

اسلام کی ان اخلاقیات میں اس قدر اعلیٰ درجے کی روحانی قوت تھی کہ عرب معاشرہ (جو صدیوں سے جوا، شراب اور بدکاری و بدکرداری کا عادی تھا) میں محض چند سالوں میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ خود رسول اکرم ﷺ ان اعلیٰ اخلاق کا محور تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاق اس قدر اعلیٰ تھے کہ کئی لوگ محض آپ ﷺ کے اخلاق سے متاثر ہو کر ایمان لائے تھے۔

آپ ﷺ خود ہی اپنی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ" (3)

ترجمہ:بلاشبہ مجھے صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

صبر و تحمل، رواداری، عفو و درگزر اور رحم دلی آپ ﷺ کے اخلاق کی نمایاں خوبیاں تھیں۔

اخلاق قرآن و سنت کی نظر میں:

قرآن و سنت سے حاصل ہونے والی اخلاقی تعلیمات کا اصل مقصد حق و باطل اور نیکی و بدی کی وضاحت کرنا ہے تاکہ انسان کو از خود راہ ہدایت کی اتباع پر امادہ کیا جائے۔ جبری اطاعت حکمت الٰہیہ کے منافی ہے۔ وگرنہ، "حی علی الفلاح" کی جگہ زلزلہ کا جھٹکا نماز پڑھانے کے لیے کافی ہے۔ فطرت انسانی کو اللہ تعالیٰ نے خیر و شر جاننے اور ترک و اختیار کی صلاحیت سے مسلح کر دیا ہے۔ سچائی، رحم دلی اور انصاف کو دنیا کا ہر فرد اور معاشرہ پسند کرتا ہے۔ جب کہ جھوٹ، فساد اور عہد شکنی وغیرہ عالمی سطح پر ناپسندیدہ اخلاق ہیں۔

اسلام کا عطا کردہ اخلاقی نظام عالم گیر مسلمہ حقیقت ہے جسے ساری دنیا جانتی اور مانتی ہے۔ قرآن مجید میں اس لیے اچھائی اور نیکی کو "معروف" کا نام دیا اور برائی اور گناہ کو "منکر" سے موسوم کیا۔ معروف یعنی وہ چیز جو لوگوں میں اچھائی اور خوش خلقی کے طور پر مشہور ہو جب کہ منکر اس غلط رویے اور خُلق کو کہا جاتا ہے جس کا ہر کوئی منکر ہو۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کی توضیح یوں فرمائی:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾(4)

ترجمہ:(مومنو) جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

پھر اس معروف و منکر کی پہچان کرنے والی صلاحیت انسانی فطرت میں پیوست کر دینے کی خبر دی۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾(5)

---

(1)۔ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ، محمد بن یزید، کتاب الادب، باب حق الجوار، حدیث:۳۶۷۲

(2)۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، حدیث:۱۰

(3)۔ مسند احمد، امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہؓ، حدیث:۸۹۵۲

(4)۔ سورۃ آلِ عمران:۳/۱۱۰

(5)۔ سورۃ الشمس:۹۱/۸

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ترجمہ: پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔

پورا قرآن مجید اخلاق حسنہ کو اپنانے اور خلق سئیہ سے اجتناب کی تعلیمات واحکامات پر مشتمل ہے۔وہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالی اوراس کی مخلوق کے ساتھ برتاؤ کے اچھے اصول و ضوابط کیا ہیں۔ نیز وہ کون سے اخلاق ہیں جو اللہ اور خلق کے ساتھ روا نہیں رکھے جاسکتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے خود نبی کریم ﷺ کے اعلی اخلاق کے مالک ہونے کی گواہی دی ہے اوراپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی کو ان اخلاق کا پیمانہ قرار دیا، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾[1]

ترجمہ: اور اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔

اسلام نے عقائد وعبادات کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اخلاق کو دی ہے۔ احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے دین کی بنیاد اخلاق پر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ "[2]

ترجمہ: بلاشبہ مجھے صالح اخلاق کی تکمیل کے لیے معبوث کیا گیا ہے۔

حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اخلاق نظام دین کی بنیاد اور روح ہیں۔ انھی اخلاق کی تربیت کے لیے اللہ تعالی نے انبیاء کو مبعوث کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہوا، اور آپ ﷺ پر اخلاق حسنہ کی بھی تکمیل ہوئی۔ خلق حسنہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ» [3]

ترجمہ: مؤمن کے ترازو میں قیامت کے دن خلق حسنہ کے علاوہ کوئی اور چیز وزنی نہ ہوگی۔

ان محاسن اخلاق کی بنا پر ہی انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب ملا۔ قرآن وحدیث نے اخلاق کو دو بنیادی اقسام میں منقسم کیا ہے۔

۱۔ اخلاقِ حسنہ ۲۔ اخلاق سیئہ

اچھے اخلاق کی نشاندہی کرنے کے بعد قرآن وسنت نے ان پر عمل کرنے کا حکم دیا اور ان پر عمل کی صورت میں جزا کا وعدہ کیا۔ ان اخلاق کی خلاف ورزی پر گناہ وسزا مقرر کی۔ اسی طرح بُرے اخلاق کی نشاندہی کرتے ہوئے ان سے باز رہنے کا حکم دیا۔ بداخلاق افراد کے لیے سخت سزا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ فرمایا:

«وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الفَاحِشَ البَذِيءَ» [4]

ترجمہ: اور اللہ تعالی بے حیائی اور برائی کی بات کرنے والے سے نفرت کرتا ہے۔

مادیت کے اخلاقیات پر اثرات

مادیت کے بڑھتے ہوئے رجحانات نے جس طرح معاشروں کے دوسرے شعبہ جات پر منفی اثرات مرتب کئے ہیں۔ اسی طرح اسلامی اخلاق کو بھی بری طرح متاثر کیا۔ مغرب سے چلنے والی مادیت کی ہوا نے ایک وباء کی طرح انسانی اخلاق واقدار کو بالعموم اور اسلامی اخلاقی اقدار کو بطور خاص کمزور کرنا شروع کیا۔ کلیسا کی پسپائی کے بعد عالمی قوت جن ہاتھوں میں آئی وہ اقوام مذہب کی بغاوت کے باعث اخلاقی اقدار سے عاری تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان اقوام کی تاریخ کشت وخون اور بدکرداری وبداخلاقی سے معمور ہے۔ خود غرضی اور مفاد پرستی پر مبنی یہ معاشرہ دنیا بھر میں اپنی مادہ پرستانہ سوچ کو تیزی سے پھیلا رہا ہے۔ اس کلچر نے دنیا کو کئی مسائل ومشکلات کی آماجگاہ بنادیا ہے۔ جو اقوام جس قدر ترقی یافتہ ہیں وہ اسی قدر اخلاقی مسائل کا شکار ہیں۔

ایسی صورتِ حال معاشرہ کو اس وقت درپیش ہوتی ہے جب وہ فطرت انسانیہ کو ترک کر کے اپنے احساسات وجذبات و نظریات کو حیوانی جذبات کے تابع کردیتے ہیں۔ حیوان مطلق اپنی ضروریات یعنی بھوک پیاس مٹانے کے لیے کسی قاعدہ، اصول اور اخلاق کی پرواہ نہیں کرتے، نہ ان کے ہاں حلال وحرام کا کوئی ضابطہ اخلاق ہوتا ہے۔ جب کہ انسان اپنی ضروریات وحاجات اور مادی فوائد کی تکمیل کے لیے فطرتِ الٰہیہ کے عطا کردہ ضابطہ اخلاق کا پابند ہوتا ہے۔ یہی اخلاقی ضابطے، انسانی معاشروں کی بقاء، ترقی اور امن وآشتی کے ضامن ہوا کرتے ہیں۔

---

(1)۔ سورۃ القلم: ۶۸/ ۴

(2)۔ مسند احمد، امام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہؓ، حدیث: ۸۹۵۲

(3)۔ سنن ترمذی، أَبْوَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث: ۲۰۰۲، حدیث حسن

(4)۔ سنن ترمذی، ایضاً

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

انسانی معاشرے کی ابتری کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب اس پر حیوانیت غالب آجاتی ہے۔ نفسا نفسی کا عالم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں معاشرہ جنگل کے قانون کا سماں پیش کرتا ہے۔ آج ہمارا معاشرہ اس کی عکاسی کر رہا ہے۔ انسان پر جب حیوانی حس غالب آجاتی ہے تو وہ اخوت، ایثار اور احسان کے جذبات کو فراموش کر دیتا ہے۔ حیوانیت و درندگی اس پر غالب آجاتی ہے۔ وہ اپنے فوائد کے لیے فساد و ظلم کی انتہا تک چلا جاتا ہے۔ آج پاکستانی معاشرہ بالخصوص اور باقی دنیا بالعموم اسی مسئلہ سے دوچار ہے۔ ایک طرف ہم مادیت کی دوڑ میں مغربی اقوام کے شانہ بشانہ چلنے کے شوق میں اپنی چال بھی بھول رہے ہیں۔ تو دوسری طرف معاشی و معاشرتی مسائل نے ہمیں اخلاقی انحطاط و گراوٹ کا شکار کر دیا ہے۔

اخلاقی پستی کے مادی اسباب:

انسان فطرتی اور طبعی طور پر بد اخلاق اور بگاڑ کی وجہ نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس فطرت سلیمہ پر تخلیق کیا۔ کوئی سلیم الطبع آدمی اس فطرت کے خلاف نہیں چلتا۔ معاملہ خراب وہاں سے ہونا شروع ہوتا ہے، کہ جب فطرت سلیمہ مادی بیماریوں کا شکار ہو کر مسخ ہونا شروع

ہو جاتی ہے۔ ذیل میں ہم ان اسباب و وجوہات کا جائزہ لیں گے۔ جو مادیت کے باعث آج ہمارے معاشروں کی اخلاقی پستی کا باعث ہیں۔

(الف)۔ دنیا کی محبت

اخلاقی پستی کی اصل وجہ آخرت کے مقابل میں دنیا کو ترجیح دینا ہے۔ عصر حاضر میں دنیا پرستی یا مادہ پرستی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی بنیادی وجہ جدید ایجادات و آسائش دنیا ہیں۔ سہولیات و آسائش زندگی کی آج جو بھر مار ہے وہ کبھی پہلے نہ تھی۔ نت نئی ایجادات نے انسانی زندگی کی ترجیحات اور مقاصد کا رُخ بدل کر رکھ دیا ہے۔ دنیوی زینت و آسائش کے حصول نے معاشروں کے اخلاق کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔ آج معاشرے دنیوی مال کی طرف دوڑ میں نہ صرف اخلاقی اقدار کو فراموش کر رہے ہیں بلکہ اخلاقی زوال و پستی کی طرف تیزی سے گر رہے ہیں۔ دنیا سے محبت نے اکثریت کو اندھا، گونگا اور بہرا کر دیا ہے۔ مال و زر کے حصول میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ کو مسمار کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد حلال و حرام، گناہ و ثواب اور اچھا اور بُرا سب کی کچھ اہمیت نہیں رہتی۔ نتیجتاً ایسے معاشرے اخلاقی طور پر مردہ ہو جاتے ہیں۔ بد دیانتی، غبن، ملاوٹ، منافع خوری، ظلم و زیادتی اور بد عہدی وغیرہ نے آج معاشرے کی اخلاقی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ قرآن حکیم نے انسان کو ابتداء ہی سے اس خطرہ کی نشاندہی کرتے ہوئے خبردار کر دیا تھا۔ فرمایا:

﴿بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا، وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾(1)

ترجمہ: مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو (۱۷) حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔

(ب)۔ مظاہر پرستی

مادیت نے مظاہر پرستی کو جنم دیا۔ اس مظاہر پرستی کا شکار عام لوگوں کے علاوہ دین سے وابستہ طبقہ بھی ہو گا۔ عام افراد برتری، شہرت اور حصول عزت کے لیے بڑی گاڑی، عالیشان مکان اور اونچی کرسی کے حصول میں ہر اخلاقی قدر کو پامال کرنے لگے۔ یہ لوگ اس دھن میں لگے ہیں کہ گاڑی، مکان اور اقتدار کی کرسی ہی در حقیقت بڑا انسان بننے کی بنیادی معیار ہے۔ دین دار طبقہ تسبیح، ٹوپی، داڑھی، سبیلیں اور حج وغیرہ کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ وہ نیک اور صالح آدمی کا معاشرتی مقام حاصل کرلے۔ ہمارے معاشرے میں ایسے علماء بھی موجود ہیں جو ان ظاہری اعمال پر نجات و فلاح کے فتوے دیتے ہیں۔ عوام جب یہ دیکھتی ہے کہ کچھ دینی محافل کا اہتمام کرنا، غریبوں کو کھانا کھلانا، بزرگوں کے نام پر خرچ کرنا، دینی مراکز کی تعمیر اور ترقی کا اہتمام کرنے میں اگر نجات ہے تو پھر اخلاقی نظام کی مشکل تعلیمات کی پیروی و احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس طرح یہ لوگ ظاہر دکھلاوے کے محض چند اعمال کو جنت کا ضامن سمجھتے ہیں۔ اس طرح انھیں اخلاقی بے راہ روی کا جواز مل جاتا ہے۔ اس جواز کی ضرورت در حقیقت انھیں دنیا پرستی اور بد اعمالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے ہوتی ہے۔ یہ طرز عمل یہود، بنی اسرائیل کا تھا۔ جو اپنے آپ کو نیک، پارسا اور اللہ والا ظاہر کرتے تھے۔ اصل میں وہ بے حیائی اور بد اخلاقی کے اندھیروں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس کے باوجود وہ دعویٰ کرتے کہ:

﴿ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۚ﴾(2)

ترجمہ: کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

(ج)۔ مغرب کی تقلید

اخلاقی پستی کا اہم سبب مغرب کی اندھا دھند تقلید ہے۔ مغرب کی معاشی، سیاسی اور سائنسی برتری سے باقی معاشرے بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر ہوئے۔ مغربی تہذیب کی اساس مادیت پر ہونے کے باعث وہ تو ویسے ہی اخلاق سے عاری ہیں۔ ان کے مقلدین کا اخلاقیات سے عاری ہونا تو ایک لامحالہ امر بن جاتا ہے۔ مغربی تقلید سے بد اخلاقی اور بدکرداری کا جو کلچر آج دنیا میں رائج ہے اس نے دنیا کو بدامنی اور بے چینی کا مرکز بنا کر رکھ دیا ہے۔ انسان اخلاق حسنہ کو انسانی عظمت اور فلاح کا ضامن قرار دیتا ہے۔ اس لیے اسلام بد اخلاق لوگوں کی پیروی اور دوستی سے منع کرتا ہے: فرمایا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾(1)

---

(1)۔ سورۃ الاعلیٰ:۸۷/۱۶

(2)۔ سورۃ المائدہ:۵/۱۸

ترجمہ: مومنو! ان لوگوں سے جن پر خدا غصے ہوا ہے۔

(د)واضح نصب العین کا فقدان

مسلم معاشروں میں اجتماعی نصب العین کا فقدان، اخلاقی انحطاط کی ایک اور بنیادی وجہ ہے۔ جب من حیث القوم نصب العین واضح ہوتا ہے تو معاشرہ منظم ہوتا ہے اور اس کا نصب العین ہی اس کا مقصد اصلی ہوتا ہے۔ بصورت دیگر قوم گروہوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ دوسری اقوام کو مداخلت کا موقع مل جاتا ہے۔ وہ اقوام اپنی فکر کو عام کرتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں مسلم اقوام غیر اسلام افکار و نظریات کو اپنا نصب العین بناتے ہیں۔ آخر کار معاشرہ تقسیم در تقسیم کے باعث دست و گریباں ہو جاتا ہے۔ آج مسلم معاشرے انھی خرابیوں کا شکار ہے کوئی مغربی نظام کا نعرہ لگاتا ہے تو کوئی سوشل ازم کی بالا دستی چاہتا ہے۔ کوئی "میرا جسم میری مرضی" کے نعرے کے پیچھے بداخلاقی اور مسلم معاشرے کی اخلاقی تباہی کے نعرے اور فکر کو عام کر رہا ہے۔ واضح نصب العین ہو بھی کیسے سکتا ہے جب قوم چار سے پانچ اقسام کے نظام ہائے تعلیم سے دوچار ہو۔ جس قوم کا نہ معاشی نظام، نہ سیاسی نظام او ر تعلیمی نظام اپنا ہو تو اس قوم کا نہ نصب العین ہوتا ہے نہ ہی وہ آزاد ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دنیا سے رخصت کے وقت امت مسلمہ کو واضح نصب العین عطا کرتے ہوئے نصیحت فرمائی تھی کہ

((تَرَكْتُ فِيكُم أمرَينِ لَن تَضِلُّوا مَا تَمَسكتُم بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّتِي))[2]

ترجمہ: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں تم کبھی گمراہ نہ ہوگے جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت ہے۔

(ہ)۔برقی ذرائع ابلاغ

اخلاقی انحطاط کا ایک بڑا اور جدید ذریعہ برقی ذرائع ابلاغ ہیں۔ عصر حاضر میں اخلاق اور کردار کی تباہی کا تیز ترین ذریعہ یہی ہے۔ برائی، بے حیائی اور اخلاق کش پروگرام ہر وقت اور آسانی سے دستیاب ہیں۔ اس کے پیچھے بھی مادیت کا جن کار فرما ہے۔ ٹی وی چینل اور سوشل میڈیا پیسہ کمانے کی دوڑ میں جھوٹ، برائی، فحاشی اور عریانیت کو عام کر رہے ہیں۔ سرکاری اور پرائیویٹ ٹی وی چینلز شتر بے مہار ہو چکے ہیں۔ ہر ایسا پروگرام اور خبر چلائی جاتی ہے جو معاشرے کے اخلاق و کردار کی تباہی کا باعث ہے۔ آج معاشرے میں خوف، بداعتمادی، بدنظمی، جھوٹ اور دونمبری عام ہے۔ وطن عزیز کے حالات کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے گویا دنیا کی خرابیوں کا مرکز ہو۔ مادیت کا پرچار کیا جاتا ہے۔ جس سے عوام میں حرص، لالچ، خود غرضی اور مادی برتری کے منفی رجحانات عام ہو رہے ہیں۔ پھر گشتی فون پر ٹی وی اور سوشل میڈیا کے روابط کو منسلک کر کے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا ہے۔ بچوں، خواتین اور بالخصوص نوجوانوں کو جکڑ کر رکھ دیا ہے۔ معاشرہ فحاشی، عریانی، زنا اور بدکاری کا شکار ہو کر تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے۔ وطن عزیز کے ذمہ داران اور اربابِ اختیار اور والدین بھی مکمل ذمہ داری سے کام نہیں لے رہے۔ اگر ہم نے اس بداخلاقی کا سدِباب نہ کیا تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں قصوروار ٹھہرا کر سخت سزا کے حقدار ہوں گے۔ قرآن کہتا ہے:۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[3]

ترجمہ: جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

مغربی مادی کلچر مسلم معاشرے پر مسلط کیا جارہا ہے۔ مخلوط تعلیم اور مخلوط معاشرہ کو ترویج دیا جاچکا ہے۔ مرد وزن کے اس اختلاط کے باعث دونوں کا تشخص مسخ ہو کر رہ گیا ہے۔ نہ مرد مرد رہے اور نہ عورت عورت رہی۔ آج مغرب زدہ لوگ دین اور دینی طبقہ کا سرعام مذاق اڑاتے ہیں۔ قرآن ان کے بارے میں بھی خوب بیان کرتا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾[4]

ترجمہ: اور لوگوں میں بعض ایسا ہے جو بیہودہ حکایتیں خریدتا ہے تاکہ (لوگوں کو) بے سمجھے خدا کے رستے سے گمراہ کرے اور اس سے استہزاء کرے یہی لوگ ہیں جن کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

ان شرپسند افراد نے مادی برتری کے باعث ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اسلامی تہذیب جس کی اصل شناخت شرم وحیا تھی اس کو ختم کر کے عریانیت و بے حیائی اور نسوانی جسم کی نمائش کے کلچر کو عام کیا جاچکا ہے۔ حیوانی، شہوانی اور جنسی جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بچوں اور بچیوں پر جنسی تشدد کے واقعات میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے۔

رزائل اخلاق اور مادیت

کسی بھی مہذب معاشرے کی پہچان اعلیٰ اخلاقی نظام کے مرہونِ منت ہوتی ہے۔ مادیت کے علمبردار مغربی تہذیب نے بجا طور پر انسان کو مادی اعتبار سے راحت و سکون اور آسائش کا بے شمار سامان مہیا کیا۔ ترقی کا مغربی پیمانہ یہ ہے کہ فرد کے پاس ذاتی گھر، گاڑی، ملازمت و کاروبار ہو۔ ملکی ترقی کا ان کے ہاں معیار سرمایہ کا اضافہ انڈسٹری کی ترقی اور خواتین کو

---

(1)۔سورۃ الممتحنہ: ۶۰/ ۱۳

(2)۔المستدرک علی الصحیحین، محمد بن عبد اللہ، الحاکم، کتاب العلم، حدیث: ۳۱۹

(3)۔آل عمران: ۳/ ۱۷۷

(4)۔سورۃ لقمان: ۳۱/ ۶

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مردوں کے شانہ بشانہ کھڑا کرنے میں ہے۔ دین سے بیزار مغربی مادہ پرستوں کے ہاتھ میں جب سیاسی قوت، سائنسی برتری اور کثیر مال آگیا تو انھوں نے خود کو اخلاقی پابندی سے آزاد کرا لیا۔ نتیجتاً آج مغربی معاشرہ مادی اعتبار سے عروج پر ہونے کے باوجود اخلاقی پستی و گراوٹ کا شکار ہے اور باقی دنیا اس کے اقتدار پر مجبور ہے۔ اس کا اعتراف مغربی مفکر سیموئل وی ہن کرتے ہوئے کہتا ہے:

> "To be a successful, you must be like us. The values of non-western socities are at best alie and hostile to the values and practices of western. Still they have the way to cross us."[1]

ترجمہ: کامیابی کے لیے آپ کو ہماری طرح کا ہونا پڑے گا۔ غیر مغربی اقوام کی تمام تر اقدار و روایات کی مخالفت کے باوجود وہ (ترقی) کے لیے ہمیں فراموش نہیں کر سکتے۔

آج وطن عزیز کا ہر شعبہ مغرب زدہ ہو چکا ہے۔ ایک طرف ہم زبانی اس کی مخالفت کرتے ہیں تاہم عملاً ان کے پیرو ہیں۔ اخلاقی مسائل سے آج بھی اسی بنا پر دوچار ہیں۔ آج ہمارا معاشرہ مادیت کے مسلط کردہ نظام کے باعث جن اخلاقی رزائل کا شکار ہے ذیل میں ہم ان کا جائزہ پیش کریں گے۔

اخلاق رزیلہ

جھوٹ اور مادیت	بخل	ریا و شہرت
غرور و تکبر	ناپ تول میں کمی	ملاوٹ
بددیانتی	تنگ نظری	عیب جوئی
تصنع و نقالی	تنگ ظرفی	چغلی
فحاشی	حرص و لالچ	خود پسندی
غیبت	اسراف و تکلف	مایوسی و پست ہمتی
حسد	فساد و نفاق	قتل
حیلہ بازی	وعدہ خلافی	فرقہ واریت
رشوت	مذہبی منافرت	قبائلی تعصب
ذخیرہ اندوزی	احسان فراموشی	غصہ وچیرہ دستی
فحاشی وبدکاری اور نافرمانی وغیرہ۔		

طوالت سے بچنے کے لیے ذیل میں سے ان میں سے چند اہم پر بحث کریں گے۔

جھوٹ اور مادیت

جھوٹ کو عربی میں "کذب" کہتے ہیں۔ جھوٹ کی دو بنیادی اشکال ہیں۔ ایک قولی اور دوسری عملی ہے۔ جھوٹ بولنے کی وجوہات میں اہم ترین تین ہیں کسی کی عداوت و مخالفت میں یا پھر عادتاً جھوٹ بولنا۔ ان میں اہم اور بنیادی وجہ مادی فائدہ ولالچ و حرص کی خاطر جھوٹ بولنا ہے۔ قباحت کے اعتبار سے جھوٹ کے دو بڑے درجات ہیں۔ بدترین شکل یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولے۔ مادہ پرستوں کے علاوہ فرقہ واریت پھیلانے والے لوگ دینی معاملات میں بڑی جرات کے ساتھ جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات مادہ پرستی اور دنیوی برتری ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی سنگینی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾[2]

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے خدا پر جھوٹ افتراء کیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))[3]

ترجمہ: مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والا اپنا ٹھکانا جہنم سمجھے۔

---

(2) The Clash of Civilization..., Samoil Pu, London, 1997, P.79

(2)۔ سورۃ الانعام: ۶/ ۲۱

(3)۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، حدیث: ۱۱۰

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

قباحت کے لحاظ سے دوسرا درجہ مالی فوائد اور اقتدار و اختیار کے حصول کے لیے جھوٹ بولنا ہے۔ ایوان اقتدار میں جھوٹ، عدالتوں میں جھوٹی گواہی دینا، لین دین اور تجارت میں جھوٹ، حتیٰ کہ مذاق میں جھوٹ بولنے کا رواج عام ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی برتری قائم کرنے کے لیے جھوٹ بولنے کا رواج بھی عام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَن ادَّعَى مَالَيسَ لَهُ فَلَيسَ مِنَّا)) [1]

ترجمہ: جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں، تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

الغرض! جھوٹ کی کھوج میں ہمیشہ ہمیں ظاہری، مادی اور مالی فوائد کا ناجائز حصول ہی ملتا ہے۔ ہر جھوٹ بولنے والے کا مقصد مختصر وقت میں زیادہ فوائد کا حصول ہوتا ہے۔ اس لیے وہ لوگوں سے جھوٹ بولتا اور تیزی سے آگے نکلتا ہے۔ تھوڑی اور عارضی کامیابی کو اصل کامیابی سمجھتا ہے۔ حقیقت میں وہ بڑی ناکامی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بتادیا ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دے کر آگے نکلو گے تو سامنے

میں ہوں گا۔ ایسا تھپڑ پڑے گا کہ پچھلوں سے بھی پیچھے چلے جاؤ گے۔ کہ:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴾ [2]

ترجمہ: بے شک خدا اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہے۔

غرور و تکبر

تکبر شیطانی عادت ہے، جس کا تعلق باطن کے ساتھ ہے، جس میں انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا، اور ان کو حقیر سمجھتا ہے، ان پر اپنی فوقیت جتاتا اور جو چیز حق ہو اس کو قبول نہیں کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں تکبر کی یہی تعریف کی گئی ہے

«الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ» [3]

"تکبر تو یہ ہے کہ کوئی حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔"

کبرائی و بڑائی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿العزیز الجبار المتکبر﴾ [4]

"غالب زبردست بڑائی والا"

اس دنیا میں سب سے پہلے شیطان نے تکبر کیا

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ [5]

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے مگر شیطان نے انکار کیا اور غرور میں آکر کافر بن گیا۔

اللہ تعالیٰ کی بڑائی و کبرائی کے پیچھے سچائی ہے اس لیے یہ خوبی کہلایا جب کہ شیطان کے تکبر میں جھوٹ تھا اس لیے وہ گناہ قرار پایا۔ کائنات میں تکبر صرف اللہ تعالیٰ کو سزاوار ہے۔ اس کے علاوہ تکبر حرام اور قابل سزا جرم قرار دیا گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ تکبر اور متکبرین کو پسند نہیں کرتا

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴾ [6]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے، بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

(1)۔ صحیح مسلم، مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب بیان حال من قال لاخیہ المسلم یا کافر، حدیث:۲۱۹

(2)۔ سورۃ المؤمن:۴۰/۲۸

(3)۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر وبیانہ:۹۱

(4)۔ سورۃ الحشر:۵۹/۲۳

(5)۔ سورۃ البقرۃ:۲/۳۴

(6)۔ سورۃ النساء:۴/۳۶

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اللہ تعالیٰ کو عاجزی اور انکساری پسند ہے اور اترانا اور فخر کرنا پسند نہیں جس شخص کے دل میں عاجزی ہو گی اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا صحیح خیال بھی ہو گا وہ توحید کے قریب اور شرک سے دور ہو گا ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرے گا اور مخلوق کے حقوق ادا کرے گا جو شخص مال و دولت، بڑائی اور اقتدار کی وجہ سے مغرور ہو گا وہ کسی کا حق ادا نہیں کرے گا ایسا مغرور اور شیخی بگھارنے والے شخص اللہ تعالیٰ کو ہر گز پسند نہیں۔اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ﴾ (1)

ترجمہ: وہ سرکشوں کو ہر گز پسند نہیں کرتا۔

سو استکبار یعنی اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھنا، خرابی و فساد کی جڑ اور بنیاد ہے کیونکہ اس کی بناء پر انسان قبول حق و ہدایت کی سعادت اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے محروم ہو جاتا ہے۔ آج کل ہمارا معاشرہ غرور و تکبر کی وباء سے متعفن ہے۔ تکبر کی ہر ادا کے پیچھے مادیت کار فرما ہوتی ہے۔ متکبر کسی ظاہری یا باطنی کمال پر مادی برتری ظاہر کرنے کے لیے اتراتا ہے۔ حسن شکل و آواز، صحت، مال و جائیداد، گاڑی، گھر اور فیکٹریوں و کاروبار وغیرہ پر گھمنڈ کرنا آج عام ہے۔ تعلقات، رشتہ داریاں، سلام اور دعا سلام میں ان ہی باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ جس شخص کو نعمتیں دستیاب ہوں اسے زیادہ جھکاؤ اور عاجزی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ یہی شعار قرآن مجید نے اہل ایمان کے لیے بیان فرمایا:

﴿وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴾ (2)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔

تکبر انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے دور کر کے اس کو لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ وہ مخلوق پر برتری کے گھمنڈ کے باعث ان کی نفرت کا نشانہ بنتا ہے۔ اس طرح متکبر شخص اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق سے بد معاملگی کے باعث بدترین بد اخلاقی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کا انجام خوف ناک ہے۔ فرمایا:

﴿فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ﴾(3)

ترجمہ: پس اب تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔

یعنی تکبر کرنے والا آخر کار ہلاکت اور تباہی کے دائمی اور انتہائی ہولناک گڑھے میں اور عذاب دوزخ میں گر کر رہتا ہے۔ والعیاذ باللہ۔ حدیث مبارکہ میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

«لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ»(4)

ترجمہ: ”جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔“

ایک شخص نے عرض کی، بیشک (ہر) آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”

«إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ، الْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ، وَغَمْطُ النَّاسِ»(5)

بیشک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (لہٰذا خوبصورتی کو پسند کرنا تکبر نہیں ہے)،

تکبر تو یہ ہے کہ کوئی حق کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ “

اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور ہر لحاظ سے اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے اور اپنی رضا کی راہوں پر ہی چلنا نصیب فرمائے۔

بددیانتی

بددیانتی کو خیانت بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا متضاد امانت اور دیانت ہے، دیانت اور امانت وہ عظیم الشان اخلاقی اقدار ہیں جو فرد اور معاشرہ کی ترقی میں لازمی اور ہمہ وقت بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسلام نے اس لیے بددیانتی کو ہر خیر سے محرومی کا سبب قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا دِينَ لِمِن لَا اَمَانَةَ لَهُ)) (6)

ترجمہ: اس کا دین ہی نہیں جو امانتدار نہیں۔

---

(1)۔ سورۃ النحل: ۱۶/ ۲۳

(2)۔ سورۃ السجدہ: ۳۲/ ۱۵

(3)۔ سورۃ النحل: ۱۶/ ۲۹

(4)۔ مسلم، کتاب الإیمان، باب تحریم الکبر و بیانہ: ۹۱

(5)۔ ایضاً

(6)۔ صحیح ابن حبان، محمد بن حبان تمیمی، کتاب الایمان، حدیث: ۱۹۴

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

محرومی کی حد یہ ہے کہ اگر کسی کا ایمان نہیں تو اس کے پاس اور کیا خوبی ہو سکتی ہے۔ نعمت ایمان اگر نہیں تو کوئی اور چیز نعمت ہو ہی نہیں سکتی۔ مادیت کی دوڑ اور مقابلہ میں آج ہر سطح پر بد دیانتی و خیانت عام ہے۔ جس کی وجہ سے ظلم و جور کا ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ فراڈ، دھوکہ دہی، کرپشن، ملاوٹ اور سمگلنگ معاشرہ اور معیشت کو گھن کی طرح کھوکھلا کر رہی ہے۔ اعلیٰ حکومتی افراد سے لے کر ایک ادنیٰ ملازم وڈرائیور تک اکثریت اسی بد دیانتی پر کمربستہ ہے۔

یہ رزاق کی رزاقیت پر بد اعتمادی کا مظہر ہے۔ انسان خود کو اپنا رازق بنانے جا رہا ہے۔ نظر کی بد دیانتی ہو یا کھانے اور تعلیم کا معاملہ ہو، دو نمبری اور بد دیانتی عام نظر آتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خبر دار کرتے ہوئے فرمایا:

((مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) [1]

ترجمہ: جو بھی شخص مسلمانوں میں سے کسی کا سربراہ بنایا جائے بس وہ اس حال میں مرے کہ وہ ان کے ساتھ بد دیانتی کا معاملہ روا رکھے ہوئے ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ جنت حرام کر دیتے ہیں۔

فرقہ واریت

فرقہ کا معنی ایک گروہ یا جماعت ہے۔ اس کا ایک معنی جُدا اور الگ کرنے کے بھی ہیں۔ فرقہ سے مراد انسانوں کا ایک گروہ جو خاص تہذیب و تمدن سے منسلک ہو اور اپنے آپ کو مذہبی، مسلکی اور سیاسی، سماجی اور معاشرتی اعتبار سے دوسروں سے الگ سمجھتا ہو۔ جب دنیا تفرقہ بازی، گروہی اور نسلی تقسیم کا شکار ہوئی تو وہ دو بنیادی مسائل سے دوچار ہوئی۔ ایک یہ کہ وہ معاشی اعتبار سے تنزلی کا شکار ہوئی دوسرا یہ کہ ظلم و جور عروج پر چلا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی آمد ستائے ہوئے معاشرے کے لیے ابرِ رحمت ثابت ہوئی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس اہم مشن سے سرفراز کیا ان میں اہم مذہبی اور گروہی فرقہ بندی کا خاتمہ تھا۔

آپ ﷺ کو اس کے اعلان کا عام حکم ملا۔

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ [2]

ترجمہ: کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے۔

اس آیت میں مختلفات سے اجتناب کرتے ہوئے مشترکات کی دعوت دینے کو اسلام سے ضابطہ اور مزاج کے طور پر متعارف کرایا۔

دوسرے مقام پر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے اور تفرقہ بازی سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ [3]

ترجمہ: اور سب مل کر خدا کی (ہدایت کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا۔

عصرِ حاضر میں مذہبی منافرت اور فرقہ واریت نے دنیا کو بالعموم اور مسلم معاشرے کو بالخصوص ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کیا۔ وطن عزیز پاکستان پچھلی کئی دہائیوں سے پہلے فرقہ واریت اور پھر مذہبی تفرقہ کا شکار رہا اور یہ معاملہ فساد و نفاق تک جا پہنچا۔ فرقہ واریت کا اصل محرک یہی مادیت ہے۔ ہر فرقہ کا سرپرست اپنے لوگوں کو دوسروں کے خلاف منظم کرتا ہے اور اکسانے کا بنیادی مقصد مادی فوائد کا حصول ہے۔ ورنہ اسلام میں تفرقہ اور اس کی دعوت حرام اور کفر ہے۔ آج اپنے فرقہ کی سربلندی کے لیے اور غلط موقف کو ثابت کرنے کے لیے قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ ایک آدم علیہ السلام ایک دین اور ایک قبلہ کے پیروباہم دست و گریباں ہیں۔ ان آئمہ کرام کے نام پر دھڑوں میں تقسیم ہیں جو خالص دین کے پیرو تھے۔ آپ نے فرمایا:

((إِنَّ هذه الأُمَّةُ سَتَفتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَّ سَبعِينَ، ثِنتَانِ وَّ سَبعُونَ فِى النَّارِ، وَ وَاحِدَةٌ فِى الجَنَّةِ، هِىَ الجَمَاعَةُ۔ وَفِى رِوَايَتٍ مَا اَنَا عَلَيهِ وَاَصحابِى)) [4]

ترجمہ: اور میری یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں بہتر جہنمی ہوں گے اور ایک جنت میں ہو گا اور یہی جماعت ہوں گے، ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ اس راہ پر ہوں گے جن پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

فرقہ واریت کی مکروہ ترین اور خطرناک ترین صورت دین کی بنیاد پر تفرقہ پیدا کرنا ہے۔ اس کے ذمہ دار لوگ بدترین اور ناقابل معافی ہیں۔ قرآن مجید نے ان لوگوں سے واضح طور پر خبردار کرتے ہوئے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ﴾ [1]

---

(1)۔ صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب من استرعیٰ عیۃ فلم ینصف، حدیث: ۷۱۵۱

(2)۔ ال عمران: ۳/۶۴

(3)۔ ال عمران: ۳/۱۰۳

(4)۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، کتاب السنۃ، باب شرح السنۃ، حدیث: ۴۵۹۷

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ترجمہ: جن لوگوں نے اپنے دین میں (بہت سے) رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں۔

جس کا نبی اسلام سے اگر کوئی تعلق نہیں تو اسلام سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

ملاوٹ

ملاوٹ کے لیے شرعی اصلاح "غش" مقرر کی گئی ہے۔ یہ ایک ایسی آفت ہے جس کی تباکاریوں کا شکار معاشرے کا ہر فرد ہوتا ہے۔ ملاوٹ یا غش سے مراد گھٹیا کو اچھے سے ملانا ہے اور پھر سب کو اعلیٰ ظاہر کرنا۔

آج کھانے پینے اور پہننے کی غرض یہ کہ ضروریاتِ زندگی کی سب ہی چیزوں میں ملاوٹ کا عام چرچا ہے۔ ملاوٹ ایک گھناؤنا اخلاقی جرم ہے جس کے پیچھے مادیت کارفرما ہوتی ہے۔ زیادہ مال کمانے کی حرص ولالچ پر مادی تصور نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ عصرِ حاضر میں ملاوٹ ایسے باریک اور ماہرانہ انداز وطریقہ سے کی جاتی ہے کہ اس کا پتہ چلانا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ بنی اسرائیل کی طرح حیلہ سازی شرعی جواز اختراع کیے جارہے ہیں۔ مفتیان سے سود تک کے جواز کے فتوے حاصل کیے جارہے ہیں۔

لفظ (غش) ملاوٹ سے زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ اس کا ایک معنٰی دھوکہ دہی ہے۔ یہ دھوکہ معاملات وتجارت دونوں ہی میں پایا جاتا ہے۔ اس طرح اس کی کئی صورتیں ہیں۔ تجارت کے علاوہ مشورہ میں دھوکہ، امتحانات میں دھوکہ، شادی بیاہ میں دھوکہ، وغیرہ وفانہ کرنا اور ملازمت وذمہ داری میں دھوکہ نبی اسلام نے ہر ملاوٹی اور دھوکہ دینے والے کو اسلام سے خارج کر دیا۔ فرمایا:

((مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا)) (2)

ترجمہ: جو دھوکہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

ملاوٹ اور دھوکہ دہی چاہے لین دین میں ہو یا معاملات میں اسلام نے اسے کبائر میں شامل کیا ہے۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (3)

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ تو خدا اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو۔

غش اور ملاوٹ کے باعث آج وہ بازار میں جاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ ملاوٹ زدہ خوراک کے باعث لوگ مر رہے ہیں۔ ہسپتالوں میں گنجائش ختم ہو چکی ہے۔

بخل واسراف وتبذیر کی ترویج:

بخل سے مراد ضرورت سے کم خرچ کرنا ہے جب کہ اسراف سے مراد مال کو ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ تبذیر کہتے ہیں مال کو ناجائز کاموں اور حرام کاریوں میں صرف کرنا۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جب دنیا میں بسایا تو اس کے ساتھ اس کی ضروریات کا بھی انتظام فرمایا۔ پھر ان ضروریات سے استفادہ کرنے کے اصول وضوابط بھی مقرر کیے۔ ان اصولوں پر کاربند رہنے کا سخت مطالبہ کیا۔ اطاعت پر انعام اور خلافی پر سخت گناہ وسزا کا اعلان کیا۔ معاصر معاشرے مادہ پرستانہ روش کے باعث ان معاشی بداخلاقیوں کا تیزی سے شکار ہو چکے ہیں۔ والدین، اقرباء اور مستحقین پر خرچ کرنے میں بخل سے کام کیا جاتا ہے۔ مادی برتری اور دکھلاوے کے لیے اسراف کی ہر حد پار ہو چکی ہے۔ گھر بنیادی ضرورت ہے لیکن برتری اور شہرت کی خاطر بڑے اور عالی شان بنگلے، بڑے شہروں اور اہم ومشہور مقامات پر بنانے کا رواج عام ہے۔ کھانا پینا ضرورت ہے لیکن آج ان بنیادی ضرورتوں میں بھی اسراف وتبذیر عام ہے۔ مذہبی محافل ہوں یا دعوت ولیمہ ہو محفل نعت ہو یا مہمانوں کا کھانا ہر جگہ اسراف عام ہے۔ اس اسراف کے دینی وروحانی مسائل ونقصانات اپنی جگہ پر لیکن سماجی وطبی نقصانات ہمارے معاشرے کو بری طرح متاثر کر رہے ہیں۔ آج کھانے پینے کے بڑے بڑے بت خانے دنیا میں عام ہیں۔ کھانا کھانا ایک سماجی ضرورت کا روپ دھار چکا ہے۔ کے ایف سی مکڈونلڈ، فوڈسٹریٹ اور بڑے ریسٹورنٹ میں کھانا کھانا اور کھلانا اپنے آپ کو اشرافیہ میں شامل کرنے کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ منگنی، مہندی اور بر تھ ڈے پر ہونے والی فضول خرچی سے ہم واقف ہیں۔ اسی موقع پر اگر کوئی فقیر یا سوالی چاہے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ان کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔

مادہ پرستوں کی تنگ ظرفی کی انتہا دیکھیے ایک طرف وہ یتیم ومسکین اور بھوکے سے پہلو تہی کرتے ہیں جب کہ دوسری طرف اسراف وتبذیر کی ہر حد پار کر چکے ہیں۔ اسلام نے اسراف وبخل سے بچتے ہوئے درمیانی راہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ (4)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ خدا بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

---

(1)۔ ال عمران:۶/۱۵۹

(2)۔ صحیح مسلم، امام مسلم، باب قول النبی ﷺ من غش فلیس منا، حدیث:۲۸۳

(3)۔ سورۃ الانفال:۸/۲۷

(4)۔ سورۃ الاعراف:۷/۳۱

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اسراف و تبذیر کا دائرہ تمام اشیاءِ ضروریہ تک پھیلا ہوا ہے۔ پانی کا استعمال ہو یا لباس و رہائش، موبائل فون اور اس کا استعمال اور اشیاءِ ضروریہ میں اسراف کے مقابلے کا سماں نظر آتا ہے۔ خواتین اس معاملہ میں مردوں سے زیادہ کردار ادا کر رہی ہیں۔ بخل کی مذمت پر قرآن مجید میں سولہ مقامات پر ذکر آیا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم﴾(1)

ترجمہ: جو لوگ مال میں جو خدا نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں۔

بخل بیمار سوچ کی علامت ہے۔ اس کے باعث معاشرہ حقوق و فرائض میں کوتاہی کرتا ہے۔ پھر ظلم عام ہو جاتا ہے۔ شکوہ شکایت عام ہو جاتی ہے۔ خیرات رُک جاتی ہے۔ فقر و خود غرضی عام ہو جاتی ہے۔ پورا معاشرہ بیمار ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

((وَأَيُّ دَاءٍ أَدْوَأُ مِنَ الْبُخْلِ)) (2)

ترجمہ: بخل سے بڑی بیماری کیا ہو سکتی ہے۔

قتل و قتال

قتل سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی انسانی جان کو اپنے زورِ بازو سے کسی بھی ناحق طریقہ سے زندگی سے محروم کر دے۔ اسلامی احکام کے جن پانچ ضروریات کے تحفظ کو لازم ٹھہرایا ہے وہ تحفظ دین، تحفظ نفس نسل، عقل اور مال کا تحفظ ہے۔ ان میں دین کے بعد جان کے تحفظ کو اسلام نے دوسرے نمبر پر رکھا۔ قتل کو اسلام نے جرم عظیم قرار دیا۔ فرمایا:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾(3)

ترجمہ: جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اُس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔

اسلام میں قتل کی تین بنیادی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ یہ قتل عمد، قتل شبہ اور شبہ العمد ہیں۔ ان میں قتل عمد کو کبائر گناہوں میں شرک کے بعد دوسرے نمبر رکھا گیا ہے۔ تمام آسمانی مذاہب میں قتل کو بدترین گناہ و جرم قرار دیا۔ آج دنیا مذاہب و مسلک کے نام پر قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ ۲۰۱۹ء میں جرمنی میں ۵۰ سے زائد نمازیوں کو مسجد میں قتل کر دیا گیا۔ 9/11 کے بعد امریکہ کے صدر نے سلیبی جنگوں کی مسلمانوں کو دھمکی دی۔ پھر عراق، لیبیا اور افغانستان میں کروڑوں جانوں کا ناحق قتل کیا گیا۔ ۱۹۱۸ء میں روھنیا مسلمانوں کے قتل و غارت کے ذمہ دار بدھ مت کے مذہبی افراد ہیں۔ ہندو آج کشمیر اور انڈیا میں مسلمانوں کا قتل عام مذہب ہی کے نام پر کر رہے ہیں۔ گزشتہ بہتر سال سے چھ لاکھ پچاس ہزار کشمیریوں کے قتل پر دنیا خاموش ہے۔ اس کے بعد دنیا میں جو بادشاہ یا با اختیار ہے وہ اپنے زیر دستوں اور مخالفوں پر ظلم و قتل و قید کے پہاڑ گرا رہا ہے۔ ان تمام مظالم کے پیچھے مادیت کا مکروہ جذبہ کار فرما ہے۔ سیاست دان مخالف کو زیر کر کے اقتدار حاصل کرنے کے لیے قتل عام کر رہے ہیں۔ ارباب اختیار رائے مخالف پر اس قدر غصہ کھا جاتے ہیں کہ مخالف کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتے ہیں۔ سیاسدان اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر کرپشن کرتے، باخبر ملاو ٹکرنے، جائیداد کے تنازع پر بھائی بھائی کو اور بیٹا والدین کو قتل کر رہا ہے۔ مادیت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ موٹر سائیکل کا مطالبہ مسترد ہونے پر ایک نوجوان نے والدین کے علاوہ پانچ بہن بھائیوں کو موت کی نیند سلا دیا۔ مادیت انسانی نہیں حیوانی جذبہ ہے۔ اس لیے جب یہ جذبہ انسانی فطرت میں شامل ہو جاتا ہے وہ معاشرے میں درندوں کی طرح چیر پھاڑ شروع کر دیتا ہے۔

وطنِ عزیز میں قبائل و صوبائی تعصب کے باعث قتل کے لرزہ خیز واقعات آئے روز کا معمول ہیں۔ معمولی بداخلاقی سے شروع ہونے والے تنازعات قتل و غارت کے لامتناہی سلسلہ تک لے جاتے ہیں۔ غصہ، چغلی، حسد اور بعض حسی بداخلاقی قتل و غارت گری کی راہ ہموار کرتی ہے۔ قتل کے معاصر اسباب درج ذیل ہیں۔

(الف)۔ حسد:

مادی دوڑ کے اس زمانے میں ہر فرد دوسرے سے آگے نکلنے کی دوڑ میں جب ناکامی و تاخیر کا شکار ہوتا ہے تو اس کے دل میں حسد جنم لیتا ہے۔ حسد ایک خطرناک اخلاقی بیماری ہے۔ حاسد قتل کرنے تک کے جرم سے گریز نہیں کرتا تو باقی کیا لحاظ کرے گا۔ انسانی تاریخ کا پہلا قتل جو قابیل سے سرزد ہوا تھا وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔ اسی لیے حاسد کے شر سے پناہ کا حکم دیا گیا۔

(ب)۔ جاہلیت:

قتل کی دوسری معاصر وجہ جاہلیت ہے۔ جاہلیت سے مراد ضد اور غلط بات پر ڈھٹائی اختیار کرنا ہے۔ آج قتل عام کی بنیادی وجہ یہ بھی ہے۔ بازاروں میں اور شاہراہوں پر معمولی تنازع کے باعث انانیت و جاہلیت کی بنا پر قتل کر دیا جاتا ہے۔

---

(1)۔ سورۃ آلِ عمران: ۳/۱۸۰

(2)۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ عمان والبحرین، حدیث: ۴۳۸۳

(3)۔ سورۃ المائدہ: ۵/۳۲

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

(ج)۔منشیات:

منشیات عصرِ حاضر میں قتل عام خاص کر اقرباء کے قتل کی بڑی وجہ ہے۔نشے میں دھُت نشئی حواس باختہ ہو کر بیوی بچوں،والدین کو قتل کر دیتا ہے۔

(د)۔ذرائع ابلاغ:

ایسی خبریں،ڈرامہ اور فلمیں دکھائی جاتی ہیں جن میں انواع واقسام کے جرائم کے طریقے اور قانون سے بغاوت وفرار کو بہادری کی علامت کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔اس سے جرائم وپیشہ افراد اور نوجوان نسل کو قتل کی ترغیب اور طریقے مل جاتے ہیں۔

(ہ)۔تفاخر:

قتل کرنے کی یہ وجہ آج عام ہے۔لوگ اپنا تعارف کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ہمیں جانتے نہیں ہم فلاں خاندان سے یا فلاں گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔یا پھر ہمارا تعلق و رشتہ فلاں اعلیٰ عہدیدار سے ہے۔ہم نے اتنے قتل کیے ہیں والعیاذ باللہ۔یہی نہیں بلکہ باپ دادا کے قتل کے انتقام کے قصے نئی نسل کو سنانا۔

(و)۔آتشی اسلحہ کا پھیلاؤ:

نوجوان نسل میں اسلحہ کا عام ہونا،قتل غارت گری کی معاصر وجوہات میں سے ایک ہے۔جذباتی عمر میں غصہ اور جلد بازی کے باعث خود کو یا دوسروں کو مارنے کا رواج عام ہے۔اعلیٰ طبقہ کے خاندانون کے نوجوانوں میں اس کی نمائش کا کلچر عام ہے۔اس نمائش کے ذریعہ مادی اور سماجی برتری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(ز)۔ریاکاری وطلب شہرت:

ریاکاری اور شہرت کی طلب بھی اخلاقی گراوٹ کی علامت ہے۔ریاکاری اور شہرت کا تعارف جو علماء نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ "نیک اعمال لوگوں میں دکھلانے کے لیے کرے جس کا مقصد ان میں کوئی مقام ومرتبہ یا مادی فائدہ حاصل کرنا ہو۔اگر یہ نیک کام لوگوں کے سامنے کرے جب وہ اسے دیکھ رہے ہوں تو یہ ریا ہے۔تاہم اگر وہ صالح کام ان کے سامنے نہ کیا ہو لیکن وہ اس کے بارے میں لوگوں کو بتائے یہ (السمعہ) یعنی شہرت کی طلب ہے۔قرآن مجید اہل ایمان کو قبیح عادات سے سختی سے روکتا ہے۔حکم ہوا۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ﴾[1]

ترجمہ:مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کردینا۔جو لوگوں کو دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے۔

ریاکاری اور شہرت طلبی کا بنیادی سبب معرفت الٰہی کا فقدان ہے۔نتیجتاً بندہ رب کی عبادت کا حق نہیں ادا کر سکتا۔اس لیے کہ اس کے دل میں مادیت رچ بس گئی ہے۔اس کا ہر قول وفعل اس کے تابع ہونے کے باعث للّٰہیت سے عاری ہے۔ہم یہودیت،ہندومت،عیسائیت اور اسلام سے وابستہ مذہبی طبقہ کے ایسے افراد کی بڑی تعداد ہے جو ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ وہ مذہب کے بڑے وفادار ہیں ان کے بغیر مذہب کی بقاء کو خطرہ ہے درحقیقت ان لوگوں کی تمام مذہبی خدمات مادیت کے گرد گھومتی ہیں۔ہندوؤں میں برہمن،عیسائیوں میں رہبان (پادری) یہود میں احبار اور مسلمانوں میں علماء سوکے کے کارناموں سے کون واقف نہیں؟ یہ دین کی ڈھال کے پیچھے عوام کو لڑاتے اور ان کا مال لوٹنے میں لگے رہتے ہیں۔قرآن مجید نے بتایا کہ یہ لوگ کثرت میں رہے ہیں۔

﴿إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾[2]

ترجمہ:(اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے۔

نماز،حج،تلاوتِ قرآن مجید اور صدقات جیسے عالی شان اعمال صالحہ کو ریاکاری اور سستی شہرتی کا ذریعہ بنایا جاتا ہے۔ریاکاری اور تصنع کے باعث کچھ اور بداخلاقیوں کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ان میں سے ایک خود پسندی ہے جس کا شکار ہماری نوجوان نسل کی بڑی تعداد ہو چکی ہے۔میں اور میری کا کلچر عام ہے۔خود پسندی فساد کا باعث ہوتی ہے۔اس لیے کہ خود پسندی کا شکار فرد اپنے آپ کو عقل کل اور اپنی رائے کو حرفِ آخر سمجھتا ہے۔اپنے مقابل صحیح رائے کو بھی غلط سمجھتا ہے۔آج سیاست اور سیاسی شور میں اس قسم کے مناظر عام دیکھنے کو ملتے ہیں۔ریاکاری وشہرت پسندی کے باعث ایک اور برائی جنم لیتی ہے اور وہ ہے تصنع ونقالی۔آج ہمارا معاشرہ بالعموم اور نوجوان بالخصوص اس اخلاقی بیماری کا شکار ہیں۔خود کو اعلیٰ طبقہ کا فرد دکھانے کے لیے تصنع کے کئی انداز اپنائے جاتے ہیں۔بالوں کی کٹنگ سے لے کر ایک سلیک تک تصنع اور بناوٹ کے ساتھ خود کو اعلیٰ طبقہ کا فرد شو کیا جاتا ہے رشتہ لینے دینے، محفلوں میں یا دعوتوں اور شادیوں میں تصنع اور نقالی کے مناظر عام نظر آتے ہیں۔جہاں گفتار وکردار سے تصنع پورے عروج پر نظر آتی ہے۔کوئی اپنی گاڑی کی تو کوئی اپنی کوٹھی اور لباس کی تعریف کرتا اور سننا پسند کرتا ہے۔متوسط طبقہ کے لوگ اعلیٰ طبقہ کی نقالی کرتے ہیں تاکہ انھیں اشرافیہ میں شمار کیا جائے۔جو مادی طور پر کچھ بہتر ہو بھی جائے تو وہ احسان فراموش بن جاتا ہے۔سادے والدین کو لوگوں کے سامنے نہیں کرتے کہ ان کی بدنامی ہو جاتی ہے۔غیریت،رشتہ دار اور اپنے محسنوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔

---

(1)۔سورۃ البقرہ:۲/ ۲۶۴

(2)۔سورۃ توبہ:۹/ ۳۴

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

وعدہ خلافی اور مادیت:

ہمارا معاشرہ جن اخلاقی برائیوں کا شکار ہے۔ ان میں ایک بُرائی وعدہ خلافی بھی ہے۔ چند اور محدود مادی فوائد کی خاطر وعدے کیے اور توڑے جاتے ہیں۔ آج وعدہ کرنا اور توڑنا فیشن سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ اب یہ کہاوت ہی بن گئی ہے کہ "وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے" لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ وعدہ خلافی کا کلچر آج ہمارے معاشرے میں ہر سطح پر چھایا ہوا ہے۔ سیاست دان اقتدار میں آنے سے قبل عوام سے جھوٹے وعدے کرتے ہیں۔ ادھار لینے والا وعدہ خلافی کرتا ہے۔ سرکاری معاملات میں "ٹال دو" پھر آ جانا، کل آپ کا کام ہو جائے گا۔" کے الفاظ کے ساتھ وعدہ خلافی کا کلچر عام ہے۔ رشتہ دینے اور لینے میں وعدہ خلافی عام ہے۔ والدین اولاد سے اور اولاد والدین سے وعدہ خلافی کا خوفناک کھیل کھیل رہے ہیں۔ مادہ پرستی نے جو مخلوط معاشرہ قائم کیا ہے اس میں نور علی نور یہ کہ مرد عورتوں کو شادی اور وفا کا وعدہ کرتے ہیں۔ حوس پوری ہو جائے تو سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور سارے وعدے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اب عورتیں بھی چالاک ہو گئی ہیں۔ وہ بھی بہتر سے بہترین کے سفر میں وعدے اور قول و قرار سے مکر جاتی ہیں۔ نکاح کے معاہدہ سے بڑا عہد کیا ہو سکتا ہے مگر آشنا سے مل کر شوہر کو قتل کر دینا اور بھاگ جانا، آئے روز کی خبر ہوتی ہے۔ کہاں جائیں، کس پر اعتبار کریں۔ معاشرہ چکرا کر رہ گیا ہے۔ اسلام نے نیکی اور اصلاح کے معاہدے کو پورا کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ فرمایا:

﴿ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴾[1]

ترجمہ: اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہو گی۔

جس معاشرے میں وعدہ خلافی عام ہو گئی وہاں اعتماد کا فقدان ہو گا۔ منافقت پروان چڑھتی ہے۔ نفسا نفسی اور مادہ پرستی عام ہو جاتی ہے۔ انسان میں انس و محبت کی جگہ درندگی اور وحشت جگہ لے لیتی ہے۔ آج انسان نما درندے ہر جگہ موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے وعدہ خلافی کو منافق کی علامت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

((وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ)) [2]

ترجمہ: اور جب وہ وعدہ کرتا ہے تو خلافی کرتا ہے۔

سرکاری آفیسر تعیناتی کے وقت طے شدہ ملازمت کے اوقات اور ذمہ داریوں کو دیانت کے ساتھ پورا کرنے میں وعدہ خلافی کا ارتکاب کرتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب سرکاری ہسپتال اور ذاتی ہسپتال میں مختلف انداز و برتاؤ کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ وعدہ خلافی کا علی الاعلان مظاہرہ دیکھنا ہو تو سیاسی جلسوں و تقریبات، نجی محفلوں، ولیمہ کے اوقات دیکھ لیں۔ وقت سات بجے کا لکھا ہے تو مراد نو بجے لیا جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مذہبی تقریبات و محفل نعت اور تعلیمی اداروں میں ہونے والی تقریبات میں بھی اسی قسم کے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جدید تحقیق وقت کو انسان کا سب سے قیمتی سرمایا قرار دیتی ہے۔ جو لوگ وقت کی قدر نہیں کرتے وہ ناقابل معافی جرم کرتے ہیں۔ عبد اللہ ابن الحصماء کا انتظار آپ ﷺ نے تین دن کیا۔ جب ملا تو آپ ﷺ نے سخت الفاظ میں احساس دلاتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے ہمیں بہت اذیت دی۔ وعدہ خلافی سے وقت جیسی قیمتی چیز کی ناقدری ہی نہیں ہوتی بلکہ ایسا شخص عند اللہ سخت احتساب و عقاب کا لازمی سامنا کرے گا۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو وعدے کا پابند بنانے کے لیے عملی تربیت دیتا ہے۔ بروقت نماز ہو یا روزہ رکھنے و افطاری کے اوقات کی پابندی ہو۔ حج اور اس کے مناسک ان سب کو وقت کے ساتھ منسلک کر کے عہد کی پابندی اور وقت کی قدر کی تربیت دیتا ہے۔ فرمایا:

((لَا دِينَ لِمَن لَا عَهدَ لَهُ)) [3]

ترجمہ: اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں

فحاشی و بدکاری:

فحاشی ہر ایسی برائی کو کہتے ہیں جس کا تعلق انسانی جسم کے پردے کھولنا یا پھر اس کے متعلق گفتگو کرنا ہو۔ ابن منظور فحاشی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

((الفَوَاحِشُ هو كل مايَشتَدُ قُبحُهُ مِن الذُّنُوبِ وَالمَعَاصِي)) [4]

ترجمہ: فاحش ہر اس گناہ اور معصیت کو کہا جاتا ہے جس میں شدت ہو۔

مشرکین مکہ کعبہ کا ننگے جسم اس لیے طواف کرتے تھے کہ ان کے جسم پر کپڑوں میں چھوٹے سے چھوٹے حرام کا شائبہ رہتا ہے۔ جب کہ اللہ کے دربار میں ہر شائبہ سے پاک ہو کر پیش ہوا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس قول و عمل کو فحاشی قرار دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ﴾[1]

---

(1)۔ سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷/ ۳۴

(2)۔ صحیح بخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، باب، علامۃ المنافق، حدیث: ۳۳

(3)۔ صحیح ابن حبان، محمد بن حبان تمیمی، کتاب الایمان، حدیث: ۱۹۴

(4)۔ لسان العرب، محمد بن مکرم بن علی الافریقی، دار الصادر، بیروت، 1414ھ، ابن منظور، حرف: ف

ترجمہ: خدا بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔

فحاشی کا تعلق قول سے ہو یا عمل دونوں مکروہ ہیں۔ اسلام نے اسی لیے فحش گفتگو اور فحش حرکات دونوں سے روکا ہے۔ فحاشی دراصل زنا و بدکاری کا راستہ و دروازہ کھولتی ہے۔ مغربی معاشرہ ترقی یافتہ ہونے کے باوجود فحاشی کے باعث بدکاری کا شکار ہے۔ پھر وہ تمام مشکلات و مصائب (جو اس گناہ کے مرتکب سابقہ اقوام ہوئیں) کا سامان کر رہے ہیں۔ مسلم معاشرے میں بھی آج فحاشی و عریانیت کا سیلاب غیرت، حیاء اور انسانی اقدار کو بہا کر لے گیا ہے۔ خواتین کا لباس فحاشی کا بڑا سبب ہے۔ بازار، تعلیمی ادارے اور تقریبات میں خواتین ایسے لباس زیب تن کرتی ہیں کہ ان کا تن بدن ہر کوئی تول رہا ہوتا ہے۔ میڈیا کے مختلف ذرائع فحاشی کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ نکاح سے فرار اور زنا و اصرار وبائی مرض کی طرح پھیل رہا ہے۔ مخلوط معاشرت کا کلچر یونیورسٹیوں اور دفاتر سے پیدا ہو رہا ہے۔ جہاں خواتین زرق و برق اور عریاں لباس پہن کر مردوں کا آسان شکار کرتی ہیں۔ یہاں روابط قائم کیے جاتے ہیں۔ پھر گناہ کے لیے مطلوب تخلیہ اور رابطہ کا کام موبائل یعنی گشتی فون سے لیا جاتا ہے۔ فحش گانے و رقص اور عریاں تصاویر و فلمز یہ سب فواحش آج عام ہیں۔ زنا و بدکاری پر معاملہ ختم نہیں ہوتا بلکہ معاملہ شراب و قتل تک جا پہنچتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے بدکاری کے بعد گناہ کو چھپانے کے لیے خواتین، بچوں اور بچیوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ تعدد ازدواج کی اجازت اسلام نے اسی حکمت کے تحت دی کہ کسی کے پاس زنا جیسے بدترین گناہ کا کوئی جواز باقی نہ رہے۔ دوسری طرف زنا کی اسلام نے سخت ترین سزا مقرر کی ہے۔ دنیا میں قتل اور آخرت میں آئے روز عذاب میں اضافہ ہے۔

﴿ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ﴾(2)

ترجمہ: اس کو دونی سزا دی جائے گی۔

فحاشی اور بے پردگی کے باعث ایک بڑی خرابی جو آج نوجوان نسل میں عام ہو رہی ہے وہ ماں باپ کی نافرمانی ہے۔ نوجوانوں کی عمر ویسے بھی جذباتی ہوتی ہے۔ اس عمر میں دُور رس فیصلوں کی صلاحیت بہت کمزور ہوتی ہے۔ اسی لیے اسلام نے والدین، بڑوں اور اہل ذکر کی اطاعت اور اُن سے مشاورت کا حکم دیا ہے۔ آج نوجوان نسل باقی فیصلوں کے علاوہ اپنے رشتے کے انتخاب کے لیے والدین کی رائے کے خلاف جاتے ہیں۔ اسی بنا پر ان کی نافرمانی کرتے، لڑتے اور گھروں سے بھاگ جاتے ہیں۔ پھر اپنے ہی کیے ہوئے فیصلوں پر پچھتاتے ہیں۔ والدین اور بزرگوں کی نافرمانی کا رواج عام ہو گیا ہے۔ آج والدین اولاد سے خوفزدہ ہیں۔ بزرگوں کے احترام کی خوب صورت روایت کے باعث گھروں میں جو سکون اور رشتوں کے احترام ہوا کرتا تھا آج وہ معدوم ہوتا جا رہا ہے۔ رشتوں کو بھی مادیت کی نظر لگ گئی۔ بڑے تو در کنار بچے بھی والدین میں سے اچھا اسے کہتے ہیں جو انھیں پیسے اور چیزیں لے کر دیتا ہو۔ رشتوں میں تعلق اور لحاظ کی وجہ بھی یہی ہے۔ جس سے مادی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ اچھا بھی ہے اور رشتہ دار بھی ورنہ لوگ سگے کے ساتھ بھی اجنبی بن جاتے ہیں۔

المختصر! اچھا اخلاق فرد اور معاشرے کو ہر شعبہ میں کامیابی اور سربلندی کے اعلیٰ مقام تک پہنچانے کی سیڑھی ہے۔ اچھا اخلاق ہی تکمیل ایمان کی نشانی ہے۔ جہاں رزائل اخلاق ہوں گے وہاں سے ایمان اٹھ جاتا ہے۔ معاشرے کی ترجیحات بدل جاتی ہیں۔ صحیح کو غلط اور ظلم کو انصاف سمجھا جانے لگتا ہے۔ خالص دین و ایمان کا حصول اس وقت تک ممکن نہیں جب تک مندرجہ بالا رزائل اخلاق سے مکمل طور دوری نہ اختیار کی جائے۔ فرمایا:

((أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا))(3)

ترجمہ: ان میں کامل ترین مؤمن ایمان کے اعتبار سے وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔

اَب ضرورت اس امر کی ہے کہ فرد اور معاشرہ رزائل اخلاق کے باعث آج جن زمینی و آسمانی آفات کا سامنا کر رہے ہیں۔ اُن سے نکلنے کی کوئی راہ تلاش کرے۔ ارباب اختیار کو ایسا نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے کہ جس کے باعث معاشرہ موجودہ مسائل سے نجات حاصل کر لے۔ یقیناً رزائل اخلاق سے بچنا آسان نہیں اس لیے تو سلام نے اس سے بچنے کو جہاد بالنفس کا درجہ دیا ہے۔ اس مجاہدے کے ساتھ فرد اور معاشرہ کی ذمہ داری ہے کہ رزائل اخلاق سے اجتناب کے لیے ضابطہ اخلاق مقرر کریں اور اس پر کاربند ہو جائیں۔ یہ صرف اور صرف تب ممکن ہو گا جب عقیدہ توحید و رسالت اور آخرت کو دل و دماغ میں راسخ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مضبوط تعلق قائم نہ ہو جائے۔ اُن مکارم الاخلاق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیں جو اسلام نے مقرر کیے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلم معاشروں میں مادیت کے رجحان کی بڑی وجہ مغربی معاشرہ کی اندھی تقلید ہے۔ مادیت کے بڑھتے ہوئے رجحان نے نہ صرف معاشی و معاشرتی بگاڑ پیدا کیا بلکہ انسانی اخلاقیات کا جنازہ ہی نکال دیا ہے۔ مادیت کے بڑھتے ہوئے اثرات نے اسلامی و انسانی اخلاقی اقدار کو کمزور اور غیر مؤثر کیا ہے۔ اب معاشروں کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے، کیونکہ اسلام مادیت اور روحانیت میں بہترین توازن عطا کرتا ہے۔

مادیت کے اخلاقی نظام پر اثرات کا تدارک

جدید مادیت حیات انسانی کے ظاہری ترقی اور فلاح و بہبود پر توجہ مرکوز کیے ہوئے ہے۔ اس لیے اس کے مادہ پرستانہ کلچر میں معاشروں

---

(1)۔ سورۃ الاعراف: ۲۸/۷

(2)۔ سورۃ الاحزاب: ۳۰/۳۳

(3)۔ سنن ترمذی، حدیث حسن، محمد بن عیسیٰ ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا، حدیث: ۱۱۶۲

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اور افراد کے کردار و گفتار میں ہمیشہ ظاہری و مادی ترقی کو ہی مقصد زندگی اور کامیابی کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ مادہ پرستوں کی گفتگو اور ان کے رویے اس کی عکاسی کر رہے ہوتے ہیں۔ روحانی اعتبار سے یہ لوگ مردہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روحانی کمزوری اصل تباہی ہے۔ سابقہ اقوام کے مادہ پرستوں کے واقعات و نشانات کو قرآن مجید نے بیان کر کے اسی بات کی وضاحت کی۔ قوم شعیب ہو یا قوم صالح ہو، نمرود و قارون و فرعون و ہامان یہ سب مادی اعتبار سے کامیاب ترین ہونے کے باوجود تباہی اور انجام سے خلاصی نہ حاصل کر سکے۔ دوسری طرف روحانی اعتبار سے کامیاب لوگوں کی مثال بھی دیکھیے۔ انبیاء علیہم السلام اور ان پیروکار نبتے، مالی و مادی اعتبار سے انتہائی کمزور مگر روحانی اعتبار سے اس قدر مضبوط کہ بڑے بڑے مادہ پرستوں کو للکارتے اور سر میدان شکست سے دوچار کرتے تھے۔

اسلام نے مادیت کو ضرورت تک محدود رکھتے ہوئے۔ غیر ضروری مادی اشیاء کو بھی روحانی بالیدگی کے لیے صرف کرنے کا حکم و تربیت دی۔ فرمایا:

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ۗ﴾(1)

ترجمہ: اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کون سا مال خرچ کریں۔ کہہ دو کہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔

مادیت انسانی بقاء و دوام اور ابدی و اخروی زندگی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے تقویٰ کی طاقت اور قوت درکار ہوتی ہے۔ اسلام نے اسی لیے دینی اور اخلاقی نظام کی بنیاد اسی تقویٰ پر رکھی۔ اسی لیے اہل ایمان سے بطور خاص اور عامۃ سے بھی اسی تقویٰ کا مطالبہ کیا۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾(2)

ترجمہ: لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت بر آری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو)۔

اسلام نے اسی تقویٰ کی تعلیمات دیں۔ آپ ﷺ اپنے خطبات میں اکثر "اتقوا اللہ" کے الفاظ دہراتے تھے۔ اسی کو زندگی کا اصل مقصد قرار دیا اور اسی میں دنیوی مسائل کا حل ہے۔ مادیت کے باعث انسان کے گمراہ ہونے کے خطرات سے بھی تقویٰ اور ایمان بچاتا ہے۔ اسلام نے محاسبہ نفس کے ساتھ ساتھ دلوں کی زندگی کے اسباب تلاش کرنے کا حکم دیا۔ پھر یہ بھی کہ دنیوی زندگی مختصر ہے اس کے سد باب و سامان کو بھی اتنی اہمیت اور قوت دینے کی تعلیم دی۔ آخرت ہمیشہ کے لیے ہے اس لیے اس کو اس حساب سے ترجیح دینا ہے۔ انسان کو حکم دیا کہ وہ ہر وقت اس بات پر نظر رکھے کہ اس نے آخرت کے لیے کیا ذخیرہ کیا۔

آج اگر ہم مادیت کی تباہ کاریوں سے بچنا چاہتے ہیں تو تین چیزوں کو زندگی کا اصول و نصب العین بنالیں۔ پھر اسے ہر وقت یاد رکھیں۔

- میرے پیدا کرنے اور دنیا میں پہنچنے کا اصل مقصد کیا ہے؟
- دنیا کی ناپائیداری اور خاتمہ۔
- آخر میں نے مرنا ہے اور رب کو حساب دینا ہے۔

اگر یہ تین اصول ہماری زندگی میں کسی لمحہ میں بھی فراموش ہوتے ہیں تو ہم غافلین میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ خطرات بڑھنے لگتے ہیں۔ ان خطرات و ہلاکتوں سے بچانے میں نہ مال کام آتا ہے نہ جاہ۔ اس کی بڑی مثال کرونا وائرس ہے۔ جس نے وقت کے مادہ پرست فرعونوں اور قارونوں کو کان پکڑوا دیئے۔

ان تین اصولوں سے غفلت فرد اور معاشرے میں کئی خطرناک مفاسد کا باعث بنتی ہے۔ ان میں چند اہم مفاسد درج ذیل ہیں۔

(الف): سب سے اہم یہ کہ انسان اپنی اور اپنے رب کی نظر میں گر جاتا ہے۔ فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾(3)

ترجمہ: یہ لوگ بالکل چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

(ب): **اخلاص کا خاتمہ:** دنیا سے محبت اور اس میں کھو جانا انسان کی نیت میں سخت بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ جس کے باعث اس کے تمام اعمال صالحہ بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اَوّلَ مَن تُسجرُ بِهِمُ النَّار ثَلَاثَۃٌ: رَجُلٌ تَعَلَّمَ لِیُقَالَ عالم وَقرا القُرآنَ لِیُقَالَ قارِی، وَرَجُلٌ قَاتَلَ فِی اَرضِ المعرَکَۃِ حَتّیٰ قُتِلَ لِیُقَالَ جَرِیٌ، وَرَجُلٌ اَنفَقَ فِی اَبوَابِ الخَیرِ لِیُقَالَ جَوَّادٌ))(1)

---

(1)۔ سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۱۹

(2)۔ سورۃ النساء: ۴/ ۱

(3)۔ سورۃ الاحزاب: ۷/ ۱۷۹

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ترجمہ: "وہ تین کہ جن پر جہنم کی آگ کو سلگایا جائے گا یہ ہیں ایک وہ شخص جو علم اس خاطر حاصل کرے کہ اسے عالم اور قرآن اس لیے پڑھے کہ اسے قاری کہا جائے دوسرے وہ کسی معرکہ میں لڑے اور مار دیا جائے اس لیے کہ اسے بہادر کہا جائے اور تیسرا وہ جو نیکی کی راہ میں خرچ کرے تا کہ اسے سخی کہا جائے"

(ج): اخوت دینیہ کا خاتمہ:

اہل ایمان میں یہ رشتہ تعلق داری محبت، ایثار اور خلق حسنہ کا سب سے عظیم ذریعہ ہے۔مادیت وغفلت اس کو بھی ختم کر دیتی ہے۔وہ اس طرح کہ مادیت مال کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی منفی سوچ پیدا کرتی ہے جس کے باعث حسد، بغض، قطع تعلق اور نفرت عام ہو جاتی ہے۔ پھر چھوتی برائی سے لے کر قتل عام تک بات پہنچ جاتی ہے۔

(د): دلوں میں خوف اور وحشت کا گھر کر لینا:

فقیر کو امیر ہونے کی پریشانی اور غنی کو فقیر ہو جانے کا خوف گرفت میں لے لیتا ہے۔ یہ وحشت غافل کے دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہے جس کے باعث ہر وقت وہ اسی پریشانی میں رہتا ہے کہ اس کا مستقبل بڑا تاریک ہے اور وہ بڑا ہی بدنصیب ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَمَنْ كَانَتِ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ)) (2)

ترجمہ: "دنیا جیسا بڑا مقصد بن گیا تو اللہ تعالیٰ اس کا معاملا مشکل کر دے گا اور فقر کو اس کی دونوں آنکھوں میں رکھ دے گا۔"

(ہ): گناہوں اور بدکرداری کا شکار ہونا:

غافل شخص دنیوی مفاد کے نقصان کے خوف کے باعث گناہوں کے ارتکاب میں جلدی کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر یہ موقع مال بنانے کا نکل گیا تو پھر کب آئے گا۔ اسی بہانے وہ موقعہ پاتے ہی رشوت، سودخوری، زناوشراب اور منافع خوری وذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔ عزت و دین تک فروخت کر دیتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ﴾(3)

ترجمہ: یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا۔

اخلاقی بگاڑ نے آج معاشروں کو جس طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس سے حکمران، رعایا، دانشور، والدین، اولاد، آجر واجیر اور شوہر وبیوی، غرض ہر فرد حیران و پریشان ہے۔ معاملے کے حل کے لیے بڑی بڑی تجاویز اور لمبی تقاریر کی جاتی ہیں۔ عام آدمی سے لے کر ارباب اقتدار و اختیار تک سبھی بے بس نظر آتے ہیں۔ پریشانی یہ ہے کہ نئی نسل میں صحیح وغلط اور خیر وشر کے پیمانے ہی بدل کر رہ گئے ہیں۔

آج قوم شعیب علیہ السلام، قوم صالح علیہ السلام اور قوم لوط علیہ السلام کی سب بداعمالیوں اور بداخلاقیاں ہمارے معاشروں میں موجود ہیں۔ اگر ان کا تدارک نہ ہوا تو وہ وقت دور نہیں کہ ان اقوام پر اترنے والے عذاب ہم پر نہ نازل ہو جائیں جن کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔ ایسی صورت میں اس امر کی فوری اور اشد ضرورت ہے کہ خرابی و بیماری کی نزاکت کو سمجھ کر اس کے تدارک کے لیے جامع حکمت عملی اختیار کی جائے۔

نظام اسلام سے بہتر اور آزمودہ حکمت عملی اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے اسی حکمت عملی کے تحت عرب معاشرے کی اصلاح کی۔ دورِ جاہلیت ایسا دور تھا جب کثرت مادہ کو باعث فضیلت اور مادیت کو کلچر کے طور پر اپنا لیا گیا تھا۔ اس کلچر کے باعث اس معاشرے میں اخلاق اور اخلاقی اقدار ناپید تھی۔ اسلام کے نسخہ کیمیا نے وہ کام کیا کہ بیماروں کو طبیب بنا دیا۔ ذیل میں عصر حاضر کے اخلاقی بگاڑ کے تدارک پر چند نکات پیش کئے جائیں گے۔

ا۔ عقائد و عبادات:

اسلام نے عقائد سے انسان کے نفس و شخصیت کی اصلاح کا آغاز کیا۔ توحید کے ساتھ عقل انسانی کو جلا بخشی، صحیح اور غلط اور ثواب و گناہ میں فرق کرنے کی صلاحیت عطا کی۔ توحید کو اچھائی کا سرچشمہ اور شرک کو ظلم عظیم اور نجس قرار دیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ شرک کی بنیادی وجہ مادیت رہی۔ جس قوم پر شرک کا دروازہ کھلا اس میں کوئی اچھائی رہی نہ اخلاق اور نہ کردار۔ ایسے لوگوں کا کلچر گندگی، بے حیائی اور برائی بن گیا۔ انما المشرکون نجس کی صورت اختیار کر گیا۔ ایسے معاشرے کی اصلاح اور اخلاقی تربیت اسلام نے پاکیزہ عقائد سے کی۔ جو اخلاقی مسائل آج ہمیں درپیش ہیں ان کا واحد حل انہی عقائد کی تجدید و ترویج میں مضمر ہے۔ توحید و رسالت کا عقیدہ مادہ پرستی و حوس پرستی سے بچا کر انسان کو اخلاقی عظمت کی طرف لے جاتا ہے۔ فرشتوں پر ایمان انسان میں یہ احساس بیدار رکھتا ہے کہ یہ میرے اعمال کا ریکارڈ تیار کرتے ہیں۔ جس پر میرا احساب ہو گا۔ ہر وقت ساتھ رہتے ہیں، معزز بھی ہیں جن کی موجودگی کا احساس کسی بھی بداخلاقی میں بڑھنے سے روکتا ہے۔ عبادات کی مقصدیت بھی انسانی عظمت کو بحال و برقرار رکھتا ہے۔ اس کا تعلق بھی اخلاقی بحالی سے ہے۔

((اِنَّمَا بُعِثتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الاَخلَاقِ)) (1)

---

(1)۔ سنن ترمذی، محمد بن عیسی، کتاب الدھر، باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ، حدیث: ۳۲۷۲

(2)۔ سنن ترمذی، محمد بن عیسی ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، حدیث: ۲۴۶۵

(3)۔ سورۃ النحل: ۱۶/ ۱۰۷

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ترجمہ: بلاشبہ مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے۔

بے حیائی اور برائی انسانی کردار و اخلاق کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کا تدارک نماز میں ہے۔ زکوۃ مادیت اور اس کی تباہ کاریوں کا بہترین تدارک اور سدِ باب ہے۔ روزہ اخلاق کا معراج ہے۔ اور حج و جہاد اخلاق حسنہ کو عالمی تحریک میں بدلنے کا کام کرتے ہیں۔ دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی خلق حسنہ میں ہے۔ جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ جنت میں داخل ہونے والوں میں اکثریت کن لوگوں کی ہوگی؟ فرمایا:

((تَقوَی اللہِ وحُسنَ الخُلق)) (2)

ترجمہ: اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے والے اور اچھے اخلاق والے لوگ ہوں گے۔

۲۔ **اسوہ حسنہ کی پیروی:**

اسوہ حسنہ کی پیروی سے مراد آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اخلاق و طرزِ زندگی کو اپنانا۔ اولادِ آدم کے لیے زندگی گزارنے کا اعلیٰ ترین معیار اور مقصد کا پیمانہ آپ ﷺ کا اسوہ ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (3)

ترجمہ: اخلاق تمہارے بہت (عالی) ہیں۔

مادیت نے معاشروں میں جو بگاڑ پیدا کر دیا ہے اس کی اصلاح و تدارک کے لیے اسوہ رسول ﷺ نسخہ کیمیا ہے۔

۳۔ **توبہ:**

توبہ و استغفار گناہ کے اعتراف کرنے، اس سے شرمندگی اور معافی کا رویہ فرد و معاشرے میں پیدا کرتا ہے۔ مادہ پرست اپنی غلطی پر ڈٹ جاتا ہے۔ توبہ و استغفار معاشرے میں بداخلاقی اور برائی سے رجوع کے رویہ کو پیدا کر کے اصلاح اخلاق کی راہ ہموار کرتا ہے۔ قرآن مجید نے توبہ کو دونوں جہانوں کی کامیابی کا ضامن قرار دیا ہے۔ فرمایا:

﴿تُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (4)

ترجمہ: سب خدا کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

توبہ میں اخلاقی اصلاح کی وہ طاقت ہے کہ جو بداخلاقی و گمراہی و ذلالت میں پھنسے مایوس افراد کو روشنی کی راہ دکھائی دیتی ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ﴾ (5)

ترجمہ: (اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ خدا تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

۴۔ **ذکر الٰہی:**

مادیت خود غرضی کو جنم دیتی ہے اور خود غرضی بداخلاقی کو جنم دیتی ہے۔ ہر قسم کی برائی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ معاشرہ درجہ بدرجہ ظلم و قتل کا شکار ہونے لگتا ہے۔ ایسی صورت میں ذکر اللہ اس کا بہترین علاج ہے۔ ویسے تو تمام عبادات اللہ کا ذکر ہیں۔ ذکر کی افادیت کی خاطر مختلف مواقع کی ادعیہ و اذکار مقرر کر دیے تاکہ بندے کو ہر نئی کیفیت میں یاد الٰہی کے ساتھ گناہ و بداخلاقی کی طرف جانے کی راہ کو فکری اور عملی طور پر مسدود کر دیا جائے۔ ذکر الٰہی کی طرف انسانی طبقہ کو راغب کرنے کے لیے اس کی عظمت کو اجاگر کر دیا۔ فرمایا:

﴿وَلَذِكْرُ اللهِ اَكبَرَ﴾ (6)

ترجمہ:۔ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔

۵۔ **امر بالمعروف و نہی عن المنکر:**

---

(1)۔ مسند احمد، احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، ص:۴/۴۷۵، حدیث:۸۹۳۹

(2)۔ ایضاً، حدیث:۹۶۹۴، ص:۴/۶۶۰

(3)۔ سورۃ القلم:۶۸/۴

(4)۔ سورۃ النور:۲۴/۳۱

(5)۔ سورۃ الزمر:۳۹/۵۳

(6)۔ سورۃ النور:۲۴/۳۱

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

برائی وبد اخلاقی کا کلچر دیکھا دیکھی معاشرے میں عام ہو جاتا ہے۔ اولاد والدین کو دیکھ کر جھوٹ بولتے ہیں، طلبہ اساتذہ اور ہم جماعتوں سے برے اخلاق اٹھاتے ہیں۔ بازار اس معاملہ میں سب سے آگے ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے بازاروں کو "شر الاماکن" کہا۔ اس انداز سے بڑھنے والی بد اخلاقی وبد کرداری کا تدارک اور سدِ باب امر بالمعروف میں ہے۔ اس کی ذمہ داری امت کے ہر فرد پر ہے۔ امر بالمعروف اور نہیٰ عن المنکر مرحلہ وار ترقی کرتے ہوئے ایک نظام کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ یہ نظام معاشرے کی ترقی وبقاء اور اتحاد کا ضامن بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نظام کے قیام کی ذمہ داری ارباب اختیار وحکومت کے سپرد کی ہے۔ فرمایا:

﴿وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[1]

ترجمہ: اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

۶)۔ حقوق وفرائض:

بد خلقی کی عموماً فوری وجہ حقوق وفرائض میں کوتاہی ہوتا ہے جب کسی کا حق مارا جاتا ہے تو شکوہ شکایت سے آغاز ہوتا ہے فرائض میں کوتاہی سے بھی رویوں میں منفی جذبات ابھرتے ہیں اور دھیرے دھیرے معاشرہ میں بد اخلاقی، بے لحاظی اور عدم برداشت واحترام بڑھنے لگتا ہے۔ اس بد اخلاقی کا دروازہ بند کرنے کے لیے حقوق وفرائض کا نظام مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ ان حقوق وفرائض کے نظام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر بندوں کے حقوق لاگو کیے اور بندوں پر اپنے حقوق۔ فرمایا:

((فَإِنَّ حَقَّ اللهِ عَزَّوَ جَلَّ عَلَى العِبَادِ اَن يَّعبُدُوهُ وَلَا يُشرِكُوا بِه شَيا ءً، وَحَقُّ العِبَادِ عَلَى اللهِ عزوجل اَن لَا يُعَذِبَهُم مَن لَا يُشرِك بِه شَياءً))[2]

ترجمہ: بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اسی کی ہی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں جب کہ بندوں کے اللہ عزوجل پر یہ حق ہے کہ جو شرک نہ کرے اس کو عذاب نہ دے۔

حدیث میں اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ جس معاشرے میں حقوق وفرائض کا خیال رکھا جائے گا وہاں شکوہ شکایت نہ ہوگی۔ جب شکوہ شکایت نہ ہوگی تو فتنہ فساد کا راستہ از خود بند ہو جائے گا۔

۷)۔ نظام عدل:

مادیت کے پیدا کردہ مسائل نے آج معاشرے کا اخلاقی طور پر دیوالیہ کر دیا ہے۔ معاشرے کو طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اعلیٰ طبقہ ڈنکے کی چوٹ پر ہر قسم کی بد اخلاقی کا مظاہرہ کر رہا ہے باقی معاشرہ ان کی اندھی تقلید میں لگا ہے۔ ان مسائل کا حل شرعی نظام عدل کا سرکاری سطح پر نافذ کرنا ہے۔ اس نظام کے تحت کمزور کو اس کا حق اور مظلوم کو انصاف حاصل ہوتا ہے۔ بد اخلاقی معاشرے میں بے چینی، افراتفری اور لوٹ مار کو ترویج دیتی ہے۔ نظام عدل اس کا تدارک کرتا ہے۔ اس نظام میں یہ صلاحیت ہے کہ معاشرے کو ظلم کے اندھیروں سے نکال کر انصاف کی راہ پر ڈالتا ہے۔ یہی نظام عدل قومی اتحاد، ترقی اور استحکام میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بھی مرضی ہے اور انبیاء کی بعثت کا بھی مقصد یہی ہے۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾[3]

ترجمہ: ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور اُن پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور مسلم تاریخ کا ایسا یادگار دور ہے جسے مسلم و غیر مسلم سبھی سراہتے ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ کے نظام عدل و قضاء کو ساری دنیا میں پذیرائی حاصل ہے تو اس کی وجہ آپ کا بے لاگ نظام عدل اور نظام جزا و سزا ہے۔

المختصر! مادیت عصر حاضر کی غالب ترین تہذیب کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ تمام تر معاشی اور سائنسی ترقی کے باوجود مادی کلچر نے انسان کی راحت وچین کو برباد کر دیا۔ مادیت کا رسوخ اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اس کے باعث نظام دین و نظام اخلاق بھی متاثر ہو چکے ہیں۔ ایسی صورت میں معاشرے کو اپنی بقاء کا خطرہ لاحق ہے۔ اس کے تدارک کے لیے فرد، معاشرے، والدین، اساتذہ اور ارباب اختیار کو اپنا فطرتی کردار و فرض ادا کرنا ہوگا۔ وگرنہ وہ وقت دور نہیں کہ گمراہ سابقہ اقوام کی طرح یہ بھی انجام بد سے دوچار نہ ہو جائیں۔ فرد اپنے ساتھ دوسرے کی خیر کی بھی فکر کرے، معاشرہ ایثار واخوت کا شعار اپنائے، والدین بچوں کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے ان کی تربیت کریں، ارباب اختیار نظریہ اسلام وپاکستان کو مدِ نظر رکھ کر قانون سازی کریں۔ اس کا نفاذ کریں، ایسا نظام تعلیم ونصاب مرتب کیا جائے جو نوجوانوں کی بہترین دینی واخلاقی تربیت کا ذریعہ ہے۔

نتائج

مادیت کے اخلاقی نظام پر اثرات کا مفصل جائزہ لینے کے بعد درج ذیل نتائج سامنے آئے ہیں:

---

(1)۔ سورۃ آلِ عمران:۳/۱۰۴

(2)۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ذکر توحید اللہ والرد علی الجہمیۃ، حدیث:۷۳۷۳

(3)۔ سورۃ الحدید:۵۷/۲۵

Vol.4 No.2 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

1. مادیت کی عصری ترویج کی بڑی وجہ مغربی مادی کلچر ہے۔
2. مسلم معاشروں میں مادیت کے رجحانات، اسباب و محرکات کی بڑی وجہ مغربی معاشرہ کی اندھی تقلید ہے۔
3. مادیت کے بڑھتے ہوئے اثرات نے اسلامی وانسانی اقدار کو کمزور اور غیر مؤثر کیا۔
4. معاشرتی اخلاقی بگاڑ مادی طرزِ فکر کا شاخسانہ ہے۔
5. اسلام مادیت اور روحانیت میں بہترین توازن عطا کرتا ہے۔
6. اعلیٰ اخلاقی اقدار اسلامی فکر و تعلیمات کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔